حیات ظفر

(سوانح حیات حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضویؒ)
(۱۳۰۳ھ/۱۸۸۰ء - ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

مؤلفہ
مولوی سید عزیز حسین رضوی بھاگلپوری

مرتبہ
ڈاکٹر مختار الدین احمد
سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حسب فرمایش
سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر قادری رضوی
صدر انجمن برکات رضا سید ابوالہاشم اسٹریٹ بمبئی
ملک العلماء کے ۴۸ ویں عرس کے موقع پر شائع کی گئی
علی گڑھ
۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ/۱۳ جون ۲۰۰۹ء



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit



www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

   **0092 303 2886671**    **/makhtarraza1011**

حیات ظفر

(سوانح حیات حضرت مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی)

(۱۳۰۳ھ/۱۸۸۰ء - ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

﴿مؤلفہ﴾

مولوی سید عزیز حسین رضوی بھاگلپوری

﴿مرتبہ﴾

ڈاکٹر مختار الدین احمد

سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حسب فرمایش

سراج ملت حضرت مولانا سید سراج اظہر قادری رضوی

صدر انجمن برکات رضا سید ابوالہاشم اسٹریٹ بمبئی

ملک العلماء کے ۴۸ویں عرس کے موقع پر شائع کی گئی

علی گڑھ

۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ/۱۳ جون ۲۰۰۹ء

نام کتاب : حیات ظفر

مصنف : مولوی عزیز حسین رضوی بھاگلپوری

مرتب : پروفیسر مختار الدین احمد

سال اشاعت : ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء

تعداد : ۴۰۰

ناشر : انجمن برکات رضا سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، بمبئی-۳

طابع : مسلم ایجوکیشنل پریس، بنی اسرائیلان، علی گڑھ

کمپیوٹر کمپوزر : سید حسنین ظفر، ایم.اے.، ایم فل. (علیگ)

ہدیہ : ۱۰۰/-

ملنے کے پتے:

انجمن برکات رضا سید ابوالہاشم اسٹریٹ، پھول گلی، بمبئی-۳۔

یاسر احمد، یاسر پبلشنگ ہاؤس، ناظمہ منزل، امیر نشاں روڈ، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

مکتبۂ آزاد، پتولین، گلزار باغ، پٹنہ ۸۰۰۰۰۷

فہرست مضامین

حیات ظفر

مؤلفہ سید عزیز حسین رضوی

مرتبہ مختار الدین احمد



پیش کردہ

انجمن برکات رضا سید ابوالہاشم اسٹریٹ بمبئی

حرفے چند

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی (۱۳۰۳-۱۳۸۲ھ) نے تقریباً پچپن سال تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ملک کے مختلف علاقوں کے مدارس: منظر اسلام بریلی، مدرسۂ حنفیہ آرہ، مدرسۂ شمس الہدیٰ بانکی پور، مدرسۂ کبیریہ سہسرام اور آخر عمر میں مدرسۂ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار ضلع پورنیہ (بہار) میں درس دیتے رہے اور طالب علموں اور وہاں کے رہنے والوں کو اپنے علمی فیوض سے متمتع کرتے رہے۔

حضرت کے طالب علموں اور ان سے فیض پانے والوں کی تعداد معلوم کرنے کا ہمارے پاس اب کوئی ذریعہ نہیں کہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کا کہیں ریکارڈ موجود نہیں، منظر اسلام، مدرسۂ حنفیہ اور مدرسۂ لطیفیہ تو خیر دینی مدارس ہیں۔ عرصہ دراز تک طالب علموں کے داخلوں اور حاضریوں کے رجسٹر کہاں تک اور کب تک محفوظ رکھے جاتے لیکن سہسرام کا مدرسۂ کبیریہ حکومت بنگال کے تحت تھا اور اس کے نگرانِ اعلیٰ ایک انگریز مستشرق .... ہارلے تھے (میں نے ان کی اور ملک العلماء کی باہمی انگریزی دفتری خط کتابت دیکھی ہے) اور مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ تو ۱۹۲۱ء سے اب تک حکومت بہار کے زیر انتظام ہے لیکن ان درس گاہوں سے بھی ایک عرصے کے بعد وہاں کے تعلیم یافتگان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں۔

بریلی اور آرہ کے مدارس اور وہاں کے اس وقت کے حضرت کے تلامذہ کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملتی وہاں کے مقامی حضرات اگر کوشش بلیغ کریں تو شاید کچھ معلومات حاصل ہوں، ہاں بچپن میں ۱۹۲۹-۱۹۳۰ء کے لگ بھگ سہسرام کے رہنے والے چند طلباء کو جو مدرسۂ شمس الہدیٰ میں "عالم" "فاضل" کی جماعتوں میں زیر تعلیم تھے، حضرت والد ماجد کے پاس آتے جاتے دیکھتا تھا یہ مولوی محمد زکریا، مولوی قمر الدین خاں اور مولانا سید ابوالحسن خوشدل سہسرامی کے عزیز مولوی فخر الحسن وغیرہ تھے، مولوی شاہ عبید المغنی سہسرامی بھی یاد آتے ہیں، بعد کو جب عمر کچھ بڑھی تو والد ماجد سے کبھی کبھی ان کے سہسرامی طالب علموں کا ذکر سنتا رہا

جوان کے سہسرام کے دورانِ قیام (۱۹۱۶ - ۱۹۲۱) ان سے تعلیم پاتے رہے، ان میں مولوی ریاست حسین ملک، مولوی عزیز احسن ملک (الفو بھائی) کے نام یاد آتے ہیں، یہ دونوں ہمارے عزیزوں میں تھے اور ان کے بزرگوں نے سہسرام کے مدرسۂ کبیریہ میں انہیں حضرت والد ماجد کے پاس تعلیم کے لئے سہسرام بھیج دیا تھا۔ مولوی ریاست حسین نے مدرسۂ اسلامیہ شمس الھدیٰ میں بھی تعلیم حاصل کی ہے غالباً ۱۹۲۷ء - ۱۹۲۸ء میں۔ ''عالم'' میں کامیابی حاصل کر کے وہ کسی اسکول میں استاد ہو گئے تھے۔

میری والدۂ ماجدہ (خدا ان کی تربت ہمیشہ ٹھنڈی رکھے اور ان پر رحمت کے پھول برسائے) مجھ سے فرماتی تھیں کہ بریلی کے مشہور نامور مہر گن فاضل بریلوی کے مسترشد خاص حافظ یقین الدین نے اپنے دو کم عمر بچوں محمد اور احمد کو بریلی سے حضرت کے پاس سہسرام بھیج دیا تھا کہ ان کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت حاصل کریں۔ وہ فرماتی تھیں کہ یہ دونوں بچے بہت کم عمر تھے اس لئے ہم نے اپنے گھر میں ان کے قیام و طعام کا انتظام کر رکھا تھا۔ کچھ معلوم نہیں کہ ۱۹۲۱ء میں حضرت کے مدرسۂ شمس الھدیٰ میں واپس آنے کے بعد محمد و احمد صاحبان پٹنہ ساتھ آئے یا مدرسۂ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرنے بریلی چلے گئے۔ حافظ یقین الدین مرحوم کے خاندان کا جاننے والا بریلی کا کوئی معمر شخص ان کے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے۔

والد ماجد کے سہسرام کے دو خاص الخاص شاگردوں سے میں بہت بعد کو واقف ہوا، یہ مولوی عزیز حسین رضوی لکھن پوری اور مولوی محمد عزیز الدین ابراہیم پوری تھے۔ دونوں بھاگلپور کے رہنے والے تھے، ان دونوں کے آپس میں گہرے تعلقات تھے، دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ ان کا زمانۂ تعلیم بھی ایک ہی تھا، ان دونوں کو دیکھنا مجھے بالکل یاد نہیں آتا، مولوی عزیز حسین رضوی ۱۹۲۱ء میں ملک العلماء کے ساتھ پٹنہ آ کر مدرسۂ شمس الھدیٰ میں تکمیل کے لئے داخل ہو گئے ہوں گے یا بھاگلپور سے اپنے استاد اور پیر و مرشد کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہے ہوں گے۔ بہر حال مجھے ان کا دیکھنا یا ان سے ملاقات اب بالکل یاد نہیں۔ دونوں کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ ان کے چند خطوط ہیں جو ملک العلماء کے نام

ہیں۔ مولوی عزیز الدین ابراہیم پوری کے خطوط کی تعداد گیارہ ہے، ان کے دو خط میرے نام بھی ہیں جن کی تاریخ تحریر ۶/اکتوبر ۱۹۶۷ء اور ۳۰/جنوری ۱۹۷۰ء ہے، مولوی عزیز حسین رضوی کے صرف سات خطوط محفوظ رہ سکے ہیں۔ (یہ خطوط اس کتاب کے ضمیمے میں درج کر دیے گئے ہیں)، ان سے بھی میری خط کتابت رہی ہے، زیادہ تر ملک العلماء اور ان کے خطوط کے حصول کے سلسلے میں۔ ان کے ایک خط سے مترشح ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے نام ملک العلماء کے پانچ خط یا ان کے نقول مجھے بھیج دیئے تھے، اس وقت تلاش سے صرف ایک خط ملا جو بہت مفصل ہے اور جسے مکتوب الیہ نے اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھے بھیجا تھا، اسے بھی ضمیمے میں شامل کر رہا ہوں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملک العلماء اپنے تلامذہ و مسترشدین کی ذہنی، دینی و علمی تربیت کس توجہ سے فرماتے تھے۔ حضرت والد ماجد کا ایک خط مولوی محمد عزیز الدین کے نام بھی کاغذات میں ملا ہے اسے بھی طبع کرا کے محفوظ کیا جا رہا ہے، قیاس ہے کہ یہ خط مولوی عزیز حسین نے ملک العلماء کے پاس اس غرض سے بھیج دیا ہوگا کہ وہ مذکورہ مسائل کی تصدیق ورنہ تصحیح کر دیں، اس خط کی ملک العلماء کے کاغذات میں موجودگی اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

دونوں تلامذہ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں، حضرت کے قیام سہسرام (۱۹۱۷ء تا ۱۹۲۱ء) کے دوران وہاں بحیثیت طالب علم حضرت سے فیض اٹھاتے رہے تھے، یہ دونوں تلامذہ ان سے بہت قریب تھے لیکن سید عزیز حسین رضوی، حضرت سے والہانہ طور پر محبت کرتے تھے، وہ حضرت کے صرف شاگرد ہی نہیں تھے انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی اور سلسلۂ رضویہ میں داخل بھی ہو گئے تھے۔ حضرت، شاذ و نادر ہی کسی کو اپنے حلقۂ ارادت میں لیتے تھے۔ بیعت کے لئے لوگ اصرار کرتے تھے تو وہ انہیں بریلی بھیج دیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت حجۃ الاسلام یا حضرت مفتی اعظم یا کچھوچھہ جا کر حضرت محدث صاحب سے شرف بیعت حاصل کر لو، اسی لئے جہاں ان کے تلامذہ اور ان سے علمی فیوض حاصل کرنے والوں کی تعداد بریلی کے متوسلین علماء میں شاید سب سے زیادہ ہے لیکن ان سے شرف بیعت حاصل کرنے والوں کی تعداد بے حد محدود ہے۔ وہ اس امر کی بھی تاکید

فرماتے تھے کہ ان کے مسترشدین اپنے کو "ظفری" کبھی نہ لکھیں "رضوی" لکھا کریں۔ یہ سید عزیز حسین سے ان کی غایت درجہ محبت وشفقت ہی تھی کہ انہوں نے انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں لینا قبول کیا اور وہ زندگی بھر ان کی روحانی تربیت میں مشغول رہے۔

حضرت ملک العلماء سے سید عزیز حسین صاحب رضوی کا یہ جذبۂ محبت ہی تھا کہ انہوں نے اپنے استاد اور اپنے پیر و مرشد کی سوانح حیات لکھنے کی ضرورت سب سے پہلے (آج سے اسی (۸۰) سال قبل) محسوس کی اور پچاس ساٹھ صفحوں کی ایک کتاب "حیات ظفر" کے نام سے مرتب کرلی۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۴۷ھ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ اتفاق سے مجھے ایک دن اپنے کتب خانہ میں ایک بستے میں نظر آگیا، اس کی اہمیت یہ ہے کہ یہ کتاب حضرت کی زندگی میں لکھی گئی ہے، ان کے خاص شاگرد و مسترشد نے لکھی ہے، جس نے برسوں ان کے ساتھ رہ کر زندگی گزاری ہے۔ اس میں جو معلومات درج ہیں ان کے صحیح اور مستند ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ مرتب بہت سے واقعات کا عینی شاہد ہے اور بہت سی باتیں اس نے ان کی زبان سے سن کر لکھی ہیں اور بہت سے امور کے بارے میں مجھے یقین کامل ہے کہ اُن سے پوچھ کر سوانح میں درج کیے ہوں گے۔

اس کتاب کی اہمیت کی بنا پر مجھے خیال ہوا کہ اسے شائع کردینا چاہیے۔ حسن اتفاق سے سراج ملّت حضرت مولانا سید سراج اظہر صاحب قادری رضوی صدر انجمن برکات رضا بمبئی کو جب اس کے وجود کی اطلاع ملی تو وہ اسے اپنے ادارہ انجمن برکات رضا بمبئی کی طرف سے شائع کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ یہ کتاب جو اسی (۸۰) سال سے اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی تھی اب حضرت ملک العلماء کے ۴۸ ویں عرس کے موقع پر شائع کی جارہی ہے، یقین ہے کہ دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ مؤلف کی کسی دوسری کتاب یا ان کی کسی اور تحریری کاوش کا پتا نہیں چلا اس لئے مرحوم کے آٹھ (۸) خطوط بطور ضمیمہ شائع کئے جارہے ہیں تاکہ یہ بھی محفوظ ہوجائیں۔

مختار الدین احمد
ناظمہ منزل، ۴/۱۸۶ امیر نشاں روڈ، علی گڑھ - ۲۰۲۰۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صلِّ علی محمد و علی آلہ و صحبہ و بارک وسلّم

ولادت باسعادت:

حضرت استاذی وملاذی ملک العلماء، فاضل بہار جناب مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری برکاتی رضوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ ۹ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ روز جمعہ مطابق ۸/ اکتوبر ۱۸۸۶ء موافق ۲۵ کاتک ۱۲۹۴ فصلی ۱۱ بجے دن کو اپنے وطن مالوف موضع میجرا (رسول پور) سب ڈویژن بہار شریف ضلع پٹنہ صوبہ بہار اڑیسہ☆[1] میں پیدا ہوئے۔

نام وکنیت:

گاؤں کے بعض معززین نے آپ کا نام عبدالحکیم تجویز کیا اور بعضوں نے تاریخی نام سنہ فصلی سے کہ قریات میں اس کا رواج زیادہ ہے مختار احمد رکھا اور حضرت کے والد ماجد ملک عبدالرزاق قدس سرّہ نے محمد ظفیر الدین رکھا اور یہی نام ۱۳۲۲ھ تک مشہور رہا، اس کے بعد جب آپ بریلی حاضر ہوئے تو امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحذف حرف علت (یا) ''محمد ظفر الدین'' پسند فرمایا اور یہی نام اس وقت سے مشہور اور مہر میں کندہ ہے، ابتدا میں آپ ابوالبرکات کنیت کرتے تھے مگر برادرم محمد معروف بہ مختار الدین سلمہٗ کی ولادت کے بعد ابومحمد لکھتے ہیں☆[2]۔

نسب وقومیت:

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد ظفر الدین بن منشی محمد عبدالرزاق مرحوم بن حاجی کرامت حسین بن احمد علی بن غلام قادر بن سعادت یار بن عبدالحمید بن ملک رضا بن ملک علی بن ملک فتح اللہ روح اللہ روحھم و نور ضریحھم۔ ملک فتح اللہ اس طرف کے ان مشاہیر سے ہیں جن کی اولاد سے اس طرف کی متعدد بستیاں آباد ہیں اور اطراف میجرا کے تقریباً سب لوگوں کا سلسلہ ان تک پہنچتا

ہے۔ آپ کی قوم 'ملک' کے معزز خطاب سے مخاطب و ممتاز ہے اور سلسلۂ نسب آپ کا حضرت سید ابراہیم غازی مشہور بہ "ملک بیا" تک پہنچتا ہے جن کا مزار پُر انوار قصبۂ بہار شریف میں معروف و مشہور ہے اور فیض بخش اہل حاجات ہے۔ یُزار و یتبرّک بہ۔ ملک قوم کے حالات میں یوں تو متعدد کتابیں لکھی گئیں ہیں مگر ان سب میں مشہور وہ ذخیرہ ہے جو جناب ملک محمد نعیم صاحب ساکن موضع لُہنڈہ (ضلع پٹنہ) نے جمع کیا ہے۔ جس میں شاہی فرامین اور تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ بہار کے 'ملک' حضرت سید ابراہیم غازی مخاطب بہ "ملک بیا" کی اولاد و امجاد میں ہیں۔ یہ شاہی خطاب حضرت سید ابراہیم کو اس درجہ پسند آیا کہ آپ کی شہرت "ملک بیا" سے ایسی ہوئی کہ گویا یہی نام ہو گیا اور ان کی اولاد و احفاد نے بھی اسے مایۂ فخر و سرمایہ امتیاز جانا کہ اُس وقت سے اس وقت تک اس قوم کے افراد بجائے سید، 'ملک' ہی کے ساتھ مشہور ہیں اور اس کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت کے نام نامی کے اعتبار سے اپنے کو "ابراہیمی" بھی لکھا کرتے ہیں۔ آپ کی ننہیال موضع 'بین' میں ہے جو میجرا سے بسمت شمال ایک کوس کے فاصلہ پر آباد ہے۔ آپ کے نانا صاحب کا نام ملک مبارک حسین تھا جو موضع بین کے زمینداروں میں تھے۔ جس طرح حضرت کے جداعلیٰ اور ان کے آباو اجداد میجرا محال کے ۹/ کے مالک تھے جو اس وقت تک زبان زد ہر خاص و عام ہے اور سابق مکانوں کے کھنڈر، قدیم عمارتوں کی وسیع پختہ دیواریں، دو گز سے زیادہ چوڑی بنیادیں وال ہیں۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ　　آثار پدید ست صنادید عجم را

و تلك الايام نداولها بين الناس

حلیہ و لباس:

رنگ گورا، کشیدہ قامت، گداز بدن، آنکھیں بڑی بڑی، پیشانی بہت فراخ، دونوں بھویں علیحدہ، داڑھی رسولی بھر کلہ چار انگشت، مونچھیں بقدر لب، بچی کے بال نہیں ترشواتے، رخساروں کے فاضل بال ترشواتے ہیں، بھر سینہ بال، تمام بدن میں بھی بال ہیں، سر کے بال چھوٹے چھوٹے رکھتے ہیں، عرصہ سے چشمہ لگایا کرتے ہیں۔ ایک زمانے تک سنہری کمانی استعمال کرتے

تھے اس کے بعد اس خیال سے کہ گولڈن کا کہلاتا ہے احتیاطاً ترک کر دیا اور نکل کا فریم استعمال فرمانے لگے، پھر تحقیق کی تو اس کا سونا ہونا ثابت نہیں ہوا اور نہ اس قدر سستا ہرگز نہ ملتا، معلوم یہ ہوا کہ ایک قسم کی دھات ہے جسکو گولڈن کہتے ہیں یا سونے کا جزء ہے تو محض مغلوب دوسرا اجزا غالب ہے اس لیے اب پھر سنہری کمانی استعمال کرتے ہیں ☆[۳]۔ لباس متوسط درجہ کا استعمال کرتے ہیں نہ بہت ہی معمولی نہ بہت قیمتی۔ عام طور پر مارکین کا شرعی پایجامہ اور جاپانی نین سکھ کا ۱۸ گرہ لانبا سیدھے پٹ کا کرتا جس میں تین بٹن ہوتے ہیں اور کبھی نین کلاٹ کا پایجامہ کبھی ململ یا اڈھی کا بھی کرتا پہنتے ہیں۔ ٹوپی کے لئے عموماً لکھنو کا پلہ استعمال کرتے ہیں اور یہی آپکا شب و روز کا لباس ہے۔ ترکی ٹوپی باوجود جائز سمجھنے کے کبھی نہیں پہنی نہ سوا ایک شیروانی کے کبھی شیروانی پہنی، پرانے وضع کی اچکن بٹن دار پہنتے ہیں۔ جوتا برابر سلیم شاہی پھول کا استعمال کرتے تھے مگر بانکی پور کی سڑک بریلی شریف کی طرح صاف ستھری نہیں ہوتی بلکہ پتھر کے روڑوں کی ہوتی ہے اس لئے پمپ شو استعمال کرتے ہیں۔ عمامہ اکثر بنارسی استعمال کرتے ہیں اور عبا سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ عبا، پائتابہ صرف جاڑون میں پہنتے ہیں۔ آپ کا روزمرہ گھر کا لباس کرتا پائجامہ ٹوپی ہے، جب باہر جاتے ہیں اچکن بھی زیب تن کرتے ہیں، عیدین، وعظ و مناظرہ کے مجمع میں عمامہ اور عبا بھی پہن لیتے ہیں۔

رہائش وخوراک:

کھانے کے آپ شوقین نہیں، جو کچھ پک گیا، بے عذر خوشی سے کھالیتے ہیں، کبھی کسی کھانے کی فرمایش نہیں فرماتے ہیں، ہاں بچوں کی خاطر یا کوئی مہمان آ گیا تو اس کی خواہش کے مطابق کھانا پکوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی کھانے کی برائی نہیں کرتے۔ اگر کھانا بہت مزیدار ہو تو تعریف کی ورنہ خاموش رہ جاتے ہیں۔ ویسے گیہوں کی روٹی اور بکرے کا قورمہ بہت پسند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اعلیٰحضرت کی غذا تھی۔ آپ اکثر فرماتے ہیں کہ مجھے پُر تکلف کھانوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ دو تین غایت درجہ چار پانچ قسم کی چیزیں دسترخوان پر اچھی معلوم ہوتی ہیں بہت زیادہ چیزوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایسے کھانے کم مصرف میں آتے ہیں زیادہ ضائع ہوتے ہیں۔ آپ حقہ کبھی نہیں پیتے ہاں پان

کھالیتے ہیں مگر بغیر تمباکو کے، ہاں دو تین پتّی کا مضائقہ نہیں ذرا زیادہ کھالیں تو سر چکرانے لگتا ہے۔۔

شب کو کھانا کھانے کے بعد پان نہیں کھاتے، فرماتے ہیں کہ اس وقت کا پان بہت مضر ہوتا ہے، چونا دانت خراب کر دیتا ہے اگر کوئی کھائے تو اس کو چاہیئے کہ سونے کے قبل خوب اچھی طرح دانت مل کر سوئے۔ چائے برسات اور جاڑے میں پیا کرتے ہیں اور بیک وقت دو پیالی تک پیتے ہیں مگر گرمی میں خصوصا سادی چائے سے احتیاط کرتے ہیں ہاں اگر کبھی کسی نے بہت اصرار کیا تو ایک پیالی میں مضائقہ نہیں جانتے۔ پھلوں کے حتی کہ آم کے بھی خواہش مند نہیں ہیں، بچوں کی فرمائش پر ہر موسم میں پھل آیا کرتا ہے اگر وہ نہ فرمائش کریں تو شاید یہ معلوم بھی نہ ہو کہ آج کل کس پھل کا زمانہ ہے۔ گوشت اگر چہ پسندیدہ غذا ہے مگر مچھلی کی طرف میلان زیادہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اسکی تعریف فرمائی ہے۔ اسے لحماطریاً کہا ہے۔ جنتیوں کی میزبانی اس سے ہوگی۔

آپ ہمیشہ جہاں جہاں ملازم رہے ہمیشہ متعلقین کے ساتھ رہے، آپ اکثر فرماتے ہیں کہ ''ہر کہ زن ندارد آرام تن ندارد'' حدیث شریف میں نکاح کو اغض للبصر فرمایا یہ اسی وقت ہوگا جب زن و شوہر یکجا رہتے ہوں ورنہ شادی کر کے سال سال بھر یا چھ چھ مہینہ علیحدہ رہنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی۔ صحابۂ کرام سے زیادہ محتاط کون جماعت ہوگی ان لوگوں کے لئے بھی حضور اقدس ﷺ متعلقین سے علیحدہ رہنا پسند نہیں فرماتے تھے، بعض لوگوں کو آپ نے فرمایا کہ تمہیں گھر سے آئے ہوئے زیادہ دن ہوگئے اب تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ بستر اور اوڑھنے میں کمبل استعمال کرتے ہیں، موسم سرما میں نیچے دری پھر کمبل تب چادر تکیہ رکھتے ہیں اور برسات اور گرمی میں نیچے کمبل پھر دری وغیرہ اور کبھی کھرّی چارپائی پر بھی آرام کر لیتے ہیں۔ مکان کا آپ کو بہت شوق ہے عمدہ مکان صاف ستھرا ہوادار آپ کو بہت پسند ہے۔ بدقطعہ اور بے ڈھنگے مکان سے آپ کو سخت کوفت اور وحشت ہوتی ہے۔ اپنے وطن میجرا میں آپ نے وسیع عالیشان نہایت ہی خوش قطعہ مکان تیار کیا ہے اور قدرت نے بلند جگہ اور بستی کے کنارے کی جانب جنوب میں اس کو جگہ دے کر زیادہ پُر بہار بنا دیا ہے۔ آپ اکثر فرماتے ہیں کہ بعضوں کو عمدہ کھانے کا شوق ہوتا ہے بعضوں کو اچھے کپڑوں کا، اللہ نے مجھے آرام و عافیت والے مکان کا شوق دیا ہے

اور مجھے اپنے رب جل وعلا کے فضل وکرم سے یقین ہے کہ میری شوق و پسند کا لحاظ فرما کر از راہ بندہ پروری وذرہ نوازی بحسب حدیث عند ظن عبدی بی ضرور بہترین آرام وعافیت کا مکان جنت میں عنایت فرمائے گا بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ بعدد کل ذرۃ الف الف مرۃ من حین خلقت الدنیا الی یوم ینادی المناد۔

ایک موقعہ پر استادِ گرامی نے دوران درس ایک روایت بیان فرمائی کہ کسی نے یحیٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھا پوچھا جناب باری نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا، بولے جب میں حاضر بارگاہ ایزدی ہوا مجھ سے فرمایا اے شیخ تو نے یہ کام کیا، یہ کام کیا اس وقت کمال ہراس اور خوف مجھ پر غالب ہوا عرض کیا مجھے عبدالرزاق نے معمر سے معمر نے زہری سے انہوں نے حضرت انسؓ سے انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے جبرئیل امین نے تجھ سے خبر دی کہ تو نے فرمایا انا عند ظن عبدی بی (میں بندہ سے وہ کرتا ہوں جو کچھ بندہ مجھ سے امید رکھتا ہے) اور میں تجھ سے امید رحمت وکرامت کی رکھتا تھا نہ حساب میں سختی کی۔ فرمایا، جبرئیل نے سچ کہا انس نے سچ کہا زہری نے سچ کہا معمر نے سچ کہا عبدالرزاق نے سچ کہا، میں نے تجھ پر رحم کیا۔ یحیٰ کہتے ہیں پھر رحمت وکرامت کا خلعت مجھ پر عنایت ہوا اور بہشت کے خدام میرے سامنے کھڑے ہوئے۔ حضرت الاستاذ فرماتے ہیں یہ روایت پڑھ کر اس وقت مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ کبھی نہ ہوئی تھی۔ حضرت الاستاذ یہ روایت بیان کرنے کے بعد کلاس ہی میں بلند آواز سے دعا مانگنے لگے: خداوندا تیرا یہ ناچیز گنہگار بندہ تیرے فضل وکرم کا امیدوار بندہ یقین کرتا ہے کہ تو اپنے شان رحیمی و کریمی سے میرے گناہوں کو بخش کر جنت میں آرام وعافیت کا مکان عنایت فرمائے گا۔

و ما ذلک علیک بعزیز انک علی کل شئ قدیر۔

لعل رحمۃ ربی حین یقسمہا — فانی علی حسب العصیان فی القسم

یا رب و اجعل رجائی غیر منعکس — لدیک و اجعل حسابی غیر منخرم

آمین آمین الہ الحق آمین بحرمۃ طٰہٰ و یٰسین ﷺ۔

درس وتحصیل علم:

استاذ مکرم نے چار برس چار مہینہ چار دن کی عمر میں ۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۰۸ھ روز شنبہ مطابق ۱۴ر جنوری ۱۸۹۱ء کو اپنے والد ماجد ملک عبدالرزاق سے پڑھنا شروع کیا اور قواعد بغدادی اور ڈھائی پارہ قرآن شریف پڑھنے کے بعد جناب حافظ مخدوم اشرف صاحب میجروی مرحوم سے قرآن شریف ختم کیا پھر مولوی عبدالکبیر ☆[4] صاحب مرحوم سے کریما، مامقیمان وغیرہ پڑھنے کے بعد آپ اس خیال میں تھے کہ گلستاں اور بوستاں شروع کریں کہ ماموں زاد بہن کی تقریب شادی میں اپنے نانہیالی موضع 'بین' جانے کا اتفاق ہوا وہاں حسب مشورۂ اقربائے جناب والد ماجد صاحب نے ۱۳۱۳ھ میں مدرسۂ غوثیہ حنفیہ میں داخل کر دیا اور مطابق نصاب مدرسہ جناب مولوی مہدی حسن صاحب مرحوم ساکن موضع تتریا حال مقامی موضع میجرا مدرس مدرسہ غوثیہ و مولوی محمد اکرام الحق صاحب و مولوی محمد منعم صاحب و مولانا مولوی فخر الدین حیدر صاحب و مولانا مولوی محی الدین اشرف صاحب و مولانا مولوی بدرالدین اشرف صاحب و مولانا مولوی معین اظہر صاحب روسائے موضع 'بین' و مدرسین مدرسۂ غوثیہ سے حساب اردو و فارسی دینیات اور متوسطات عربی تمام کر کے جناب مولانا مولوی ابو نعیم محمد ابراہیم صاحب ساکن مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ مدرس اول مدرسۂ غوثیہ حنفیہ سے تفسیر جلالین، سبعہ معلقہ، ملا جلال وغیرہ ختم فرمایا اس کے بعد ۱۳۲۰ھ میں آپ مدرسہ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے اور جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب پیلی بھیتی محدث سورتی مصنف الدرّۃ فی وضع الایدی تحت السّرہ، التعلیق المحلی لما فی منیۃ المصلی ومحشی طحاوی شریف و مشکوٰۃ شریف و نسائی شریف و بخاری شریف وغیرہ سے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ پڑھنا شروع کیا۔ ماہ شعبان میں مدرسے میں تعطیل ہوئی تو اپنے وطن واپس ہوئے۔ شوال میں جب پھر پٹنہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت محدث سورتی صاحب بوجہ ناموافقت آب وہوا پٹنہ تشریف نہیں لائیں گے۔ اسی وقت پیلی بھیت کا قصد کیا مگر بعض احباب کے مشورے سے رائے تبدیل کی اور کانپور روانہ ہو گئے ☆[5]، وہاں پہنچ کر مدرسۂ امداد العلوم بانس منڈی

میں آپ نے حضرت مولانا حاجی حافظ عبدالرزاق صاحب سے توضیح، صدرا اور مدرسۂ دارالعلوم مسجد رنگیان میں مولانا شاہ عبیداللہ صاحب قدس سرہٗ سے ہدایہ اخیرین اور حضرت والا درجت پیشوائے اہلسنت جناب مولانا مولوی صوفی احمد حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز سے میر زاہد رسالہ اور تفسیر بیضاوی پڑھنی شروع کی۔ کانپور آئے ہوئے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ حسن اتفاق سے حضرت محدث سورتی صاحب اپنے ہم زلف جناب مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری سے ملنے کانپور تشریف لائے تو استاذ گرامی مولانائے ممدوح کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کا تذکرہ آیا وہاں کی تعلیمی حالت مفصل معلوم ہوئی تو آپ ہمرکاب حضرت محدث سورتی صاحب نہضت فرمائے پیلی بھیت ہوئے اور بدستوران سے حمداللہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔ عجب اتفاق کہ حضرت محدث صاحب کو بتقریب شرکت جلسۂ دینیہ پٹنہ تشریف لانا ہوا پھر آپ مظفر پور تشریف لے گئے جس کی وجہ سے اسباق کا بہت حرج ہوا اور آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی میں مولوی عبدالحق صاحب ساکن دبکا ضلع پیلی بھیت سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اس زمانے میں مدرسۂ اشاعۃ العلوم محلہ سرائے خام بریلی میں مدرس تھے، ان کی تحریک سے بریلی شریف کا قصد کیا اور مدرسۃ اشاعۃ العلوم میں جناب مولوی عبدالحق صاحب موصوف سے حدیث شریف اور مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ سے حمداللہ وغیرہ پڑھنا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے کہ آنریبل مولوی اصغر علی خاں صاحب رئیس شہر کہنہ بریلی کے لڑکوں کو پڑھانے کے لئے مقرر تھے مشکوٰۃ شریف کے آخری حصے کو جو رہ گیا تھا تمام کیا۔ حمداللہ ختم کرنے کے بعد جناب مولوی محمد الدین پنجابی تلمیذ رشید حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مدرس مدرسۃ اشاعۃ العلوم سے قاضی مبارک پڑھی۔ امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی قدسنا اللہ باسرارہ کے نام نامی واسم گرامی اور ان کی علمی بلند پایہ ہستی اور علمائے ہند میں ان کے اقتدار و عظمت سے تو آپ ۱۳۱۸ھ ہی سے (جس سال ندوہ و مصلحین ندوہ کے جلسے پٹنہ میں ہوئے تھے) واقف ہو چکے تھے پھر مدرسۂ حنفیہ

وامداد العلوم و دار العلوم کانپور و مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے جملہ مدرسین کرام کو اعلیٰحضرت کا نہایت جاں نثار اور مداح و وصاف دیکھ کر غایت درجہ عقیدت ہو چکی تھی آپ نے بریلی پہنچنے پر یہ عادت ٹھہرالی کہ ہفتہ میں دو مرتبہ بعد عصر اور کبھی بعد عشا دربار رضوی میں حاضر ہوا کرتے اور مسائل دینیہ کی تحقیق فرمایا کرتے اور اعلیٰحضرت کے افادات وافاضات سے استفادہ کیا کرتے۔ حضرت الاستاذ فرماتے ہیں کہ ۱۳۲۱ھ کا اخیر مہینہ تھا جناب مولوی محمد یٰسین صاحب کے یہاں بخاری شریف کا سبق ہورہا تھا کہ سوال جبریل والی حدیث ماالمسئول عنه بأعلم من السائل کی تقریر میں جناب مولوی محمد یٰسین صاحب نے اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کردی کہ جس طرح ہوسکے عالم ما کان و مایکون علیہ السلام کے علم کی نفی ثابت کریں مگر خدا کی شان کہ جس درجہ مولوی صاحب اپنے دعویٰ قوی کرنا چاہتے تھے تقریر کمزور ہوتی جاتی تھی جس سے اکثر طلبہ بددل ہو گئے خصوصاً حضرت استاذ مدظلہٗ کو (کہ اعلیٰحضرت کی تقریر پر تاثیر کی وجہ سے یہ مسئلہ بھی علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین کے مرتبہ میں آچکا تھا) جناب مولوی محمد یٰسین صاحب کی تقریر اور وسعت علم کی نفی کے لئے زور آزمائی سے سخت تکلیف پہنچی اور ارادہ کرلیا کہ اب اس مدرسے میں وہ نہیں پڑھیں گے۔ لیکن دقت یہ تھی کہ اگر کسی دوسرے شہر میں جاتے ہیں تو سنی مدارس ملیں گے مگر اعلیٰحضرت کہاں اور اگر بریلی میں رہتے ہیں تو اعلیٰحضرت قبلہ کے فیوضات وافادات سے بہرہ اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے مگر کتابیں تمام نہیں ہوسکتیں۔ اسی ادھیڑ بن میں ایسے پھنسے اور متفکر و متردد ہوئے کہ ایک یا دو ہفتہ بارگاہ رضوی میں حاضری نہ ہو سکی۔ ہزار ہزار شکر کہ حضرت عزت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہٗ نے غیب سے اس کا ایسا سامان فرمادیا کہ وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ دو ہفتہ کے بعد جب حاضر بارگاہ رضوی ہوئے اعلیٰحضرت قبلہ نے اپنی کمال بندہ نوازی سے غیر حاضری کا سبب دریافت فرمایا تو حضرۃ الاستاذ نے سارا واقعہ اور اپنی حیرانی و پریشانی مفصل بیان کی۔ حسن اتفاق کہ اس نشست میں گرامی قدر حضرت سید امیر احمد صاحب و گرامی جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب اور جناب مولوی محمد حسن رضا خاں صاحب حسن رحمہم اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ حالات سن کر یہ لوگ بہت ہی متاثر ہوئے اور گرامی

جناب سید امیر احمد صاحب نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن خداوند عالم مجھ سے پوچھے گا کہ لوگ کیوں گمراہ ہوئے تو میں یہی کہوں گا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کوئی مدرسۂ اہلسنت قائم نہیں فرمایا، اسی وجہ سے طلبا بدمذہبوں کے مدرسوں میں پڑھنے گئے اور بدمذہب ہو گئے۔ اس جملے کا تمام حاضرین پر بہت گہرا اثر پڑا اور جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب (حسن بریلوی) برادر اوسط اعلیٰحضرت نے قصد مصمم فرمالیا کہ بہت جلد ایک مدرسہ قائم کرنا چاہیئے۔ چنانچہ یکم محرم الحرام روز شنبہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹ر مارچ ۱۹۰۵ء کو جناب تحصیلدار رحیم داد خاں صاحب رئیس اعظم بریلی کے مکان عالیشان واقع محلہ گلاب نگر میں مدرسۂ اہلسنت والجماعت قائم ہوا۔ اعلیٰحضرت نے اس کا تاریخی نام 'منظر اسلام' رکھا۔ مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی اس مدرسے کے منتظم قرار پائے اور جناب مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب مدظلہٗ مہتمم جن کے اہتمام و نگرانی میں یہ مدرسہ کمال و ترقی کے مراتب طے کرتا ہوا اس وقت بہت اچھی حالت میں طلاب علم و دین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے۔ یہ مدرسہ ایک زمانے تک تو گلاب نگر ہی میں رہا مگر چونکہ وہ محلہ شہر کے کنارے پر واقع تھا اور طلبہ کو وہاں پہنچنے میں دقت ہوتی تھی اس لئے مدرسہ کچھ دنوں کے لئے محلہ بہاری پور مسجد بی بی میں منتقل ہوا اس کے بعد ایک زمانہ تک جناب مولوی شاہد علی خاں صاحب ہمشیرہ زادہ اعلیٰحضرت کے مکان واقع محلہ سوداگران میں رہا پھر مدرسے کے لئے مستقل مکان خرید لیا گیا اور اب مدرسہ اپنے ذاتی مکان میں ہے۔ علاوہ اور عوامی چندہ کے ریاست حیدر آباد سے مبلغ دو ہزار چار سو سالانہ مقرر ہے۔ حضرت استاذ نے اس مدرسے میں جناب مولانا مولوی حافظ حاجی حکیم امیر اللہ صاحب بریلوی مرحوم مغفور سے تفسیر مدارک و جناب مولانا مولوی حامد حسن صاحب ارشادی رامپوری سے ترمذی شریف وغیرہ پڑھنی شروع کی۔ جب جناب مولانا حامد حسن صاحب رامپور تشریف لے گئے تو عالیجناب حضرت مولانا سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی تلمیذ رشید حضرت مولانا مولوی لطف اللہ علی گڑھی مدرسۂ منظر اسلام میں مدرس اول مقرر ہوئے تو موصوف نے بقیہ درسی کتابیں سوا بخاری شریف کے انہی سے ختم فرمائی۔ مدرسۂ اہلسنت منظرِ اسلام میں پڑھنے کے

زمانے میں اعلیٰحضرت سے استفادہ واستفاضے کا کوئی خاص دن یا وقت مقرر نہ تھا ہر وقت کی حاضری تھی اور ہر وقت افادہ وافاضے کا دروازہ کھلا تھا۔ جو مسئلہ چاہا پوچھا جو شبہہ ہوا حل کیا۔ اگرچہ اعلیٰحضرت نے پہلے ایک زمانۂ دراز تک تدریس وتعلیم کا سلسلہ جاری رکھا تھا اور اطراف واکناف کے طلبائے علوم دینیہ کا مرجع وماویٰ آپ کی بارگاہ تھی مگر جیسے جیسے افتا وتصنیفات میں وقت زیادہ صرف ہونے لگا تدریس وتعلیم میں کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ ۱۳۲۱ھ میں یہ سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا تھا مگر اعلیٰحضرت نے حضرت الأستاذ مدظلھم الاقدس کے لئے اس سلسلے کو از سر نو جاری فرمادیا اور بخاری شریف کے درس کے لئے بعد ظہر کا وقت عنایت فرمایا۔ پھر آپ کی سلامت روی اور استقامت مذہبی وذہانت وشوق علمی ملاحظہ فرما کر اعلیٰحضرت کے انعامات واحسانات کا دریا جوش میں آیا اور بعد عصر کا وقت بھی آپ کو عنایت ہوا، اس وقت میں آپ نے تحریر اقلیدس چھ مقالہ تصریح شرح چغمنی پڑھی اور علم توقیت حاصل کیا اور بعد ظہر کا وقت تقریباً ڈھائی سال تک برابر بخاری شریف کے لئے خاص رہا۔ حضرت مولانا فرمایا کرتے کہ یوں تو تمام اساتذہ میرے حد سے زیادہ مشفق اور مجھ پر مہربان تھے اور ہر ایک اپنے اپنے انداز تعلیم میں ایک سے ایک تھے مگر اعلیٰحضرت کے پڑھانے کا طریقہ ان سب سے جدا تھا۔ میں نے بخاری شریف کی ایک حدیث پڑھی پہلے آپ سند کے متعلق گفتگو فرماتے مگر کم، اس کے بعد ایک مسلسل تقریر شروع فرماتے جس میں پہلے نفس حدیث کا مطلب بیان فرماتے اس کے بعد ارشاد ہوتا کہ اس حدیث سے یہ یہ مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ اور لفظ لفظ سے جو مسئلے نکلتے ان کو بیان فرماتے، جو حدیثیں ایسی آتیں جن سے مخالفین اہلسنت وحضرات اہلحدیث اپنے مذہب پر استدلال کرتے ان کی تقریر وطریقۂ استدلال کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ غیر متعصبانہ طریقہ پر ظاہر فرماتے جس سے سننے والا سمجھتا کہ ان کا استدلال بہت ہی ٹھیک اور واضح ہے اس کے بعد اس کا رد نہایت ہی وضاحت کے ساتھ مفصل ارشاد فرماتے اس وقت صاف معلوم ہو جاتا کہ اس حدیث سے اس مسئلے پر استدلال ہرگز صحیح نہیں۔ اعلیٰحضرت کی تقریر ودرس میں امام مالک رحمۃ اللہ کے اس کلام صداقت التیام کا جلوہ آنکھوں کے

سامنے آجاتا جوانہوں نے امام اعظم قدس سرّہ کے حق میں فرمایا تھا کہ وہ اس پائے کے ہیں کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو دلیل سے ثابت کردیں۔ مولانا کی علمی خدمت اور شوق و محنت کو دیکھ کر اعلیٰحضرت نے دارالافتاء وکارافتاء بھی آپ کے متعلق کردیا، اس کے بعد عشا کا وقت رسالۂ قشیریہ وعلم تکسیر وجفر کے لئے آپ کو عنایت فرمایا۔ غرض مابین المغربین کے سوا ظہر سے دس بجے شب تک اعلیٰحضرت کا کل وقت آپ کی تعلیم کے لئے تھا اگرچہ اسباق میں اور لوگوں کی بھی شرکت تھی خصوصاً صحیح بخاری شریف کے درس میں تو شریک ہونے والوں کی تعداد انیس بیس تک پہنچ گئی تھی مگر شارع و قاری حضرت الاستاذ ہی ہوتے اور لوگ محض سامع تھے۔ جب اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز کے یہاں بخاری شریف بھی تمام ہوچکی تو ۲۵ رشعبان ۱۳۲۵ھ روز پنجشنبہ مطابق ۲راکتوبر ۱۹۰۷ء کو آپ کی دستار بندی کا جلسہ مسجد بی بی مرحومہ واقع بہاری پور میں نہایت ہی دھوم دھام اور غایت تزک واحتشام ونہایت حسن انتظام سے ہوا اور گرامی جناب اعلیٰحضرت سید شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین ردولی شریف نے حسب تحریک اعلیٰحضرت آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ آپ کے ساتھ تین حضرات اور بھی فارغ التحصیل ہوئے تھے اسی جلسے میں ان کی بھی دستار بندی ہوئی۔ جناب مولانا مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب ساکن درگاہ کلاں بہار شریف و جناب مولوی سید عزیز غوث صاحب محلہ بہاری پور بریلی و جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ارکانی، یہ پہلا جلسہ دستار بندی کا تھا جو مدرسۂ اہلسنت والجماعت 'منظر اسلام' بریلی میں ہوا تھا۔ اعلیٰحضرت نے اس جلسہ میں نہایت ہی مؤثر اور پُر از معلومات تقریر فرمائی جس میں علم و علما کی فضیلت، لوگوں کو علم دین کی ترغیب، علما کو ان کے فرائض شناسی کی جو ان پر اللہ تعالیٰ نے عالم ہونے کی حیثیت سے مقرر فرمائی ہے ہدایت کی اور جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔

دستار بندی کے بعد اگرچہ مدرسے میں درس کا سلسلہ ختم ہوگیا مگر اعلیٰحضرت قدس سرّہٗ کے یہاں اوفاق واعمال تکسیر وتجوید وجفر وغیرہ کے حاصل کرنے کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور آپ نے وہ علوم وفنون حاصل فرمائے جن سے اکثر ابنائے زمانہ محض بے خبر ہیں والحمدللہ علی ذلک۔

استاذ گرامی کے سلسلۂ درس کے مفصل حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے چوبیس اساتذۂ کرام سے علوم وفنون حاصل کئے اور یہ سب حضرات بمضمون ۔

این سلسلہ از طلائے ناب است

این خانہ تمام آفتاب است

سنّی حنفی قادری ہیں الا ماشاء اللہ مگر سب کے سب اپنے اپنے موقع پر درس وتدریس میں یکتا اور تعلیم و تربیت میں یگانۂ روزگار تھے ۔ پھر یہی بمضمون ۔

خدا پنج انگشت یکساں نکرد

فرق مراتب ضرور تھا، حضرت الاستاذ اپنے اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی بڑے ادب سے یوں لیا کرتے ہیں: اعلیٰحضرت عظیم البرکہ امام اہلسنت شیخ الاسلام والمسلمین جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی، حضرت کنز الکرامۃ جبل الاستقامۃ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی ، حضرت شیر بیشۂ اہلسنت عالیجناب مولانا مولوی عبید اللہ صاحب پنجابی الہ آبادی کانپوری، حضرت والا درجت جامع شریعت وطریقت جناب مولانا مولوی قاری حافظ حکیم حاجی امیر اللہ صاحب بریلوی، حضرت سامی مرتبت جناب مولانا مولوی سید بشیر احمد صاحب علی گڑھی، حضرت ناصر دین وملت جناب مولانا مولوی حامد حسین صاحب رامپوری، نوّر اللہ ضریحھم و نفعنا بعلومھم ۔ حضرت مولانا اگر چہ اپنے تمام اساتذۂ کرام کی بے حد عزت وقدر کرتے اور کسی کا نام بغیر تعظیمی الفاظ کے لینا خلاف تہذیب جانتے مگر وہ جس قدر عزت وتوقیر اعلیٰحضرت کی فرماتے اور دل میں جیسی عظمت اعلیٰحضرت کی تھی میں خیال کرتا ہوں کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

باوجود غایت ادب ومتانت اور سنجیدگی کے اگر کوئی اعلیٰحضرت کے خلاف کچھ کہتا تو بغیر جواب دیئے نہ رہتے ۔ فرماتے کہ میں جب مدرسۂ اشاعۃ العلوم سے شہر کہنہ جناب مولوی احمد حسن صاحب بجنوری سے مشکوٰۃ شریف پڑھنے جایا کرتا تو دور ہونے کی وجہ سے بہت تھک جاتا مگر جب

سبق پڑھ لیتا تو وہ تکلیف، راحت بن جاتی مگر مولوی صاحب کو دیکھتا کہ موقع بے موقع اعلیٰحضرت قبلہ کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور کہہ دیا کرتے ہیں جس سے بہت رنج ہوتا مگر استاد کے مرتبے کا خیال کر کے چُپ رہ جاتا یہاں تک کہ مجھے یقین کامل ہوگیا کہ یہ باتیں وہ محض تعصب و اختلاف کی وجہ سے کہتے ہیں۔ ایک دن جب سبق پڑھا چکے تو کہنے لگے مولوی ظفر الدین تمہیں کچھ معلوم ہے کہ تمہارے مولوی احمد رضا خاں نے سود کی حلّت کا فتویٰ دے دیا ہے، فرمایا میں تو سمجھ گیا، کہا کہ اس فتویٰ پر تو مولوی رشید احمد صاحب کی بھی مہر لگی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا نہیں، میں نے کہا تعجب ہے کہ اعلیٰحضرت کا فتویٰ آپ نے دیکھا اور مولوی رشید احمد صاحب کی مہر نہ دیکھی۔ بولے میں نے فتویٰ خود دیکھا نہیں سنا ہے۔ میں نے کہا تو آج آپ نے یہ بھی سن لیا کہ اس پر مولوی رشید احمد صاحب کی مہر ہے، اب جس سے بیان کیجئے تو یہ فرمایئے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے سود کی حلّت کا فتویٰ لکھا ہے اور مولوی رشید احمد صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے اور اس پر مہر فرمائی ہے۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

دوسرا واقعہ جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب دیکاوی کا یہ ہے کہ وہ حضرت الاستاذ کو بہت چاہتے تھے اور حضرت بھی استاد ہونے کی وجہ سے ان کی بہت قدر و منزلت کرتے تھے۔ مدرسۂ اشاعۃ العلوم بریلی سے ترک تعلق کے بعد بھی جب وہ کبھی بریلی تشریف لاتے تو وہ استاد گرامی کو بلوا بھیجتے یا انہیں اپنے استاد کی بریلی تشریف لانے کی خبر معلوم ہو جاتی تو ان کی ملاقات کے لئے ضرور حاضر ہوتے۔ ایک دن مولانائے موصوف بریلی تشریف لائے اور جعفر خاں صاحب کے مکان پر ٹھہرے انہوں نے مولانا کو بلوا بھیجا، مولانا اس وقت اعلیٰحضرت کا رسالۂ مبارکہ الکوکبۃ الشھابیۃ مطالعہ کر رہے تھے اسی طرح اس کو لئے ہوئے ان کے پاس پہنچے تو مولوی صاحب اپنی قدیم مہربانی سے بہت تپاک سے ملے، خیریت دریافت کی اس کے بعد پوچھا یہ کون سی کتاب ہے؟ مولانا نے رسالہ بڑھا دیا چند جگہ سے کچھ دیکھا اور بہت ناخوش ہوئے اور بولے کہ یہ کیا واہیات کتاب دیکھتے ہو اس میں مولانا اسماعیل شہید کے بارے میں کس قدر سخت لکھا ہے۔ حضرت مولانا

نے فرمایا حضور یہ تو دیکھیں انہوں نے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام علیہم الرضوان کی شان میں کیسے کیسے کلمات لکھے ہیں۔ مولانا نے گفتگو کا رخ دوسرے موضوعات کی طرف پھیر دیا۔ حضرۃ الاستاذ فرماتے تھے کہ جس طرح انہیں اعلیٰحضرت سے زیادہ محبت تھی اعلیٰحضرت قبلہ بھی آپ پر بہت ہی شفقت فرماتے، آپ کا بریلی رہنا عام طلبہ کی طرح نہ تھا بلکہ اعلیٰحضرت کے یہاں رہنا سہنا کھانا پینا شفقت و محبت ایسی تھی جیسے خاندان کا کوئی خاص فرد ہو بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اعلیٰحضرت آپ کو مثل اولاد کے مانتے تھے۔ چالیس سے زیادہ گرامی نامے اعلیٰحضرت کے مولانا کے نام تشریف لائے ہیں ان میں آپ کو بایں القاب یاد فرماتے ہیں۔ ''ولدی الاعز ظفر الدین'' ایک گرامی نامہ کی ابتدا ان لفظوں سے ہے'' جان پدر بلکہ از جان بہتر ولدی الاعز مولانا ظفر الدین جعلہٗ اللہ تعالیٰ کاسمہٖ ظفر الدین آمین۔

۱۳۲۳ھ میں اہل خاندان سے ایک شخص نے ظفر الدین کہہ دیا، اعلیٰحضرت بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا مولانا کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ ۱۳۲۴ھ میں صاحبزادہ والا شان عالیجناب مولانا حامد رضا خاں صاحب قبلہ ہم رکاب اعلیٰحضرت سفر حج میں تھے اور جناب مولانا انچارج مہتمم کسی انتظامی امر سے متعلق مدرسے میں مولانا اور حضرت والا درجت جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان کچھ اختلاف ہوگیا اور کئی مرتبہ خط و کتابت کی نوبت آئی مگر معاملہ نہ سلجھا۔ آخر اعلیٰحضرت کی تشریف آوری پر اس کا فیصلہ [موقوف] رکھا گیا جب اعلیٰحضرت واپس تشریف لائے تو وہ سب تحریرات ان کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ اعلیٰحضرت نے اس پر یہ تحریر فرمایا:

'' یکشنبہ ۵ رجب مبارک وقت صبح جلسہ ہونا ضرور ہے اس میں بہت سے امور کا تصفیہ ہونا ہے۔ مولانا مولوی ظفر الدین صاحب کی پہلی عرضی مع جواب منتظم صاحب سلمہٗ پیش ہو۔ جواب الجواب کی نہ حاجت تھی نہ پیش ہونے کی ضرورت، نہ مولانا کو منتظم کے ساتھ اس قدر اطاعت سخن کی احتیاج تھی بلکہ منتظم نے ہی یہ بلا وجہ لکھا کہ اس کا جواب درکار ہے۔ میں شکر کرتا ہوں کہ مولوی ظفر الدین صاحب کی تحریر علم شریعت و فن مناظرہ دونوں کے قواعد پر

ٹھیک منطبق ہے مگر بمقابلہ شان منتظم اقامتِ مناظرہ پسندیدہ نہ تھی، جیسا کہ میری رائے ناقص میں منتظم کو ایسے امور اہم میں مساہلت نہ چاہیئے تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر ان تحریرات سے منتظم سلمہٗ کی خاطر پر کوئی گرانی ہوئی ہو تو مولانا ظفر الدین صاحب ان سے معافی چاہ لیں اور منتظم سلمہٗ کے رقعے کا جواب مولوی قمر الدین نے کچھ دیا ہو تو وہ بھی جلسہ میں پیش کریں اور اگر نہ دیا ہو تو جواب نہ مانگنے کی وجہ بیان کرنی چاہیئے''۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ

۴ر رجب ۱۳۲۴ھ

مولانا کی حیثیت اس وقت ایک طالب علم کی تھی یا نیم مہتمم کی اور حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب مرحوم منتظم مدرسہ، اعلیٰحضرت کے حقیقی بھائی، اعلیٰحضرت سے صرف چار سال چھوٹے، جاں نثار اور نہایت ہی فرمانبردار بھائی۔ مگر اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا پر کس قدر شفقت اعلیٰحضرت کی تھی۔

اواخر ۱۳۲۲ھ میں حضرت مولانا نے سب سے پہلے استفتا کا جواب تحریر فرمایا اور اعلیٰحضرت کے یہاں تصحیح کے لئے بھیجا، اعلیٰحضرت وہ فتویٰ بعد تصحیح خود لیتے ہوئے اندرون خانہ سے باہر تشریف لائے اور ہاتھ میں ایک روپیہ تھا فرمایا کہ میں نے جب پہلے پہل ایک استفتا کا جواب لکھا تو حضرت استاذی والد ماجد صاحب قدس سرہٗ العزیز نے مجھے شیرینی کھانے کے لئے انعام دیا تھا۔ آج یہ پہلا جواب آپ کا ہے اور ماشاءاللہ صحیح ہے اسی کی اتباع میں یہ ایک روپیہ آپ کے لئے لایا ہوں لیجئے اور خوب شوق سے افتا کا کام کیجئے۔ اعلیٰحضرت نے ۱۳۳۶ھ میں آپ کو ''فاضل بہار'' کے ممتاز خطاب سے مخاطب فرمایا۔ فتاوی رضویہ جلد اول ص ۸۱۱ میں آپ کو ان قیمتی لفظوں سے یاد فرمایا ہے ''ولدِ اعز ذو العلم و التمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقه الله لحماية الدين و نكاية المفسدين و جعله كاسمه ظفر الدين''۔

۱۳۳۷ھ میں جب الاستاذ مدرسۂ کبیریہ سہسرام میں صدر مدرس تھے حاضری بارگاہ کا شرف انہیں حاصل ہوا اسی زمانے میں اعلیٰحضرت نے رسالہ مبارکہ الاستمداد تحریر فرمایا تھا۔ مسودہ

ہی تھا کہ مولانا نے اس کی ایک نقل اپنے لئے کر لی ایک شعر کے متعلق یہ عرض کیا کہ اگر یہ مصرع اس طرح کر دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا مناسب ہے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد علماء کی جماعت نے اپنی سفارشات دربارۂ خطاب علماء پیش کیں جس میں حضرت مولانا کے لئے ''ملک العلما'' کا خطاب تھا اعلیٰحضرت نے پسند فرمایا اور ارشاد ہوا کہ مولانا شعر و سخن کی طرف توجہ نہیں کرتے ورنہ میں ان کو ''ملک الشعرا'' کا خطاب دیتا۔ پھر رجب ۱۳۳۹ھ میں جب آپ کی حاضری بارگاہ رضویہ میں ہوئی اور شرف قدم بوسی نصیب ہوا اعلیٰحضرت نے مولانا کے رسالہ ھادی الهداه لترك الموالاة کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ماشاء اللہ بہت خوب لکھا ہے اسی سلسلۂ سخن میں فرمایا "انی أحبُ لك ما أحبُ لنفسی" نفعنا اللّٰہ بعلومہ و برکاتہ و فیوضہ و افاداتہ، آمین۔

تدریس و تعلیم:

حضرت الاستاذ دامت فیوضہ کی دستار بندی اگرچہ ۱۳۲۵ھ میں ہوئی مگر تدریس سے آپ کو ابتدا ہی سے خاص دلچسپی تھی ۱۳۱۷ھ سے جب وہ مدرسۂ حنفیہ ''بہن'' میں زیر تعلیم تھے انہوں نے طلبا کو پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور پٹنہ، کانپور، پیلی بھیت اور مدرسۂ اشاعۃ العلوم (بریلی) میں برابر ان کا یہ طریقہ رہا کہ اپنے سے نیچے درجے کے طلبہ کو برابر پڑھایا کرتے۔ مدرسہ منظرِ اسلام میں ۱۳۲۳ھ سے تو مستقل مدرس ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں کہ دستار بندی کا سال تھا مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، ہدایہ وغیرہ پڑھاتے تھے۔ آپ کی دستار بندی کے بعد ہی مختلف مدارس سے آپ کی طلبی کے خطوط آنے شروع ہو گئے۔ جناب مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب الٰہ آبادی آروی نے مدرسۂ حنفیہ آرہ کے لئے بہت اصرار والحاح سے طلب فرمایا پھر گورکھپور سے طلبی آئی اس کے بعد سر قاضی مولوی شاہ عبدالغفار صاحب نے معسکر بنگلور سے طلب فرمایا مگر آپ نے اعلیٰحضرت کو چھوڑ کر جانا پسند نہ فرمایا، یہاں تک کہ ۱۳۲۸ھ میں مدرسۂ نعمانیہ لاہور کو مدرس کی ضرورت ہوئی، گرامی جناب حامی دین متین حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب سابق وکیل و دبیر انجمن نعمانیہ لاہور نے اس کے متعلق اخباروں میں اعلان کیا اور اعلیٰحضرت قبلہ کو خاص طور پر تحریر کیا

کہ اپنے تلامذہ میں سے کسی کو اس مدرسے کے لئے تجویز فرمائیے۔ چونکہ وہ مدرسہ بھی خالص سنی حنفی لوگوں کا تھا اور اعلیٰحضرت امام اہلسنت کو بحیثیت سرپرست ہونے کے اس کا بھی خیال تھا جناب خلیفہ صاحب کے نام یہ گرامی نامہ امضا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بملاحظہ مکرم ذی المجد والکرم حامی سنت ماحی بدعت جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب زید کرمہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری کہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور مجھے بجان عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی، اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس ہیں اور اس کے علاوہ کار افتا میں میرے معین۔ میں نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئیں گی ان سب سے یہ زائد ہیں مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں (۲) عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بھی بعونہٖ تعالیٰ وہابیہ سے کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علما بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کیا اور سات صاحب بنانا چاہے، جس میں بعض نے انتقال کیا اکثر اس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے، انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہر روز وتاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے لئے یہی بناتے ہیں۔۔ فقیر آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے اگر منظور ہو تو فوراً اطلاع دیجئے کہ اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے کہ ان کی جگہ مقرر کروں اگرچہ دو عظیم کام یعنی افتا و توقیت اور ان سے اہم تصنیف میں وہ ابھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے،

اسی طرح واعظ و مناظر بھی نہیں۔ مگر وہاں گئے تو جس نے ان کو ان کاموں کا اپنے کرم سے بنادیا وہ ان کو بھی بنا سکتا ہے۔ والسلام

فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ بقلم خود

۵ر شعبان یوم الخمیس ۱۳۲۸ھ

اعلیٰحضرت قبلہ نے تو یہ والا نامہ روانہ فرما دیا اب جو ممبران مدرسہ کو خبر ہوئی سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم مولوی ظفر الدین صاحب کو ہرگز نہ جانے دیں گے۔ حضرت والا درجت سید شاہ محمد ابراہیم صاحب رضوی طرابلسی دمشقی اگرچہ ممبر مدرسہ نہ تھے مگر جلسہ میں تشریف فرما تھے بولے کہ آپ لوگوں کو اپنے فائدہ کے مقابل دوسرے کے نفع کا بھی خیال چاہیئے یا نہیں، ممبران مدرسہ نے کہا کہ وہاں جتنا مشاہرہ تو ہم نہیں دے سکتے مگر ترقی دینے کو موجود ہیں اعلیٰحضرت نے فرمایا ''خیر جیسی آپ لوگوں کی خوشی''۔ اس واقعہ کو چھ مہینے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ معززین شملہ خصوصاً حامی دین متین جناب منشی عزیز الدین صاحب رضوی بریلوی شملوی کے غایت اصرار اور نہایت کوشش کی وجہ سے صفر ۱۳۲۹ھ میں آپ کو شملہ جانا پڑا ایک سال کے قریب آپ کا قیام شملہ میں رہا جب دسمبر ۱۹۱۱ء میں دہلی میں تاجپوشی کا دربار ہوا اور ہندوستان کے مشاہیر علمائے کرام بھی اس میں مدعو ہوئے، نواب فتح علی خاں قزلباش لاہور اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلی کا گرامی نامہ آپ کے پاس پہنچا[6]۔ اس موقع پر آپ دہلی تشریف لائے اور شریک دربار ہو کر وہاں سے بریلی ہوتے ہوئے وطن تشریف لائے تو شملہ کے دور ہونے کی وجہ سے اعزہ و اقارب کی رائے نہ ہوئی کہ پھر دوبارہ وہاں تشریف لیجائیں۔ جناب مولانا مولوی حکیم عبدالوہاب صاحب الٰہ آبادی مہتمم مدرسۂ حنفیہ آرہ کو ایک زمانے سے تمنا تھی کہ کسی طرح آپ میرے مدرسے میں تشریف لائیں انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور آپ آخر ماہ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو مدرسۂ حنفیہ آرہ میں استاد مقرر ہوئے۔ جب بانکی پور محلہ مصلح پور میں عالیجناب سید حاجی نور الہدیٰ صاحب سی آئی ای ریٹائرڈ جج نے اپنی معقول جائداد وقف کر کے مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا تو گرامی جناب مولوی سید فصیح احمد صاحب مختار

بانکی پور کی تحریک وسعی سے یکم نومبر ۱۹۱۲ء مطابق ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ کو یوم افتتاح مدرسہ کا تھا، آپ مدرس الحدیث (مدرس سوم) مقرر ہوئے، ابھی ایک سال بھی نہ ہوا تھا کہ جناب مولوی محمد شریف صاحب مدرس فقہ (مدرس دوم) بوجہ ناموافقت آب وہوا بعد تعطیل رمضان شریف نہ آئے اس لئے آپ ان کی جگہ پر مدرس فقہ (مدرس دوم) ہوئے اس کے کچھ دنوں کے بعد جناب مولانا مشتاق احمد صاحب کانپوری نے بھی اہل کانپور کے اصرار پر کانپور کا چھوڑ ناپسند نہیں کیا اور یہاں تشریف نہ لائے تب آپ ان کی جگہ پر مدرس تفسیر (مدرس اول) مقرر ہوئے۔ آپ کے مدرس اول ہونے کے ایک یا ڈیڑھ سال بعد مدرسۂ شمس الہدیٰ کے فارغ التحصیل طلبہ کی پہلی دستار بندی ۱۳۳۴ھ میں ہوئی اسی سال آپ کے خاص تلامذہ میں مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب محلہ کچی باغ بنارس، مولوی محمد حسین صاحب محلہ رسولپور بنارس، مولوی محمد نعیم الدین صاحب دربھنگوی وغیرہ کی دستار بندی ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب مدرسۂ عالیہ خانقاہ سہسرام ناصر الحکام میں مدرس اول کی ضرورت ہوئی تو جناب والا القاب حضرت سید شاہ ملیح الدین احمد صاحب سجادہ نشیں دام اقبالہ نے آپ کی طلبی کا خط اور تار بھیجا، آپ سہسرام پہنچے اور ۲۰ رذوالحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹ راکتوبر ۱۹۱۶ء کو آپ نے مدرسہ کا چارج لیا اور آپ کی جگہ پر مدرسۂ شمس الہدیٰ میں جناب مولوی شاہ محمد الیاس صاحب مونگیری مقرر ہوئے۔ جب ۱۹۲۰ء میں مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو گورنمنٹ عالیہ کے زیر نگرانی کیا گیا اور گورنمنٹ کے اپنے اصول کے مطابق نظم ونسق شروع ہوا تو تمام مدرسین کو صحت کی سارٹیفکٹ داخل کرنے کا حکم ہوا تو مولوی محمد الیاس صاحب کو ڈاکٹر نے انفٹ کردیا☆ ے۔ اس وقت پھر استاذنا المکرم یکم اگست ۱۹۲۱ء کو اس مدرسہ میں واپس تشریف لے آئے اور اپنی جگہ مدرسۂ عالیہ خانقاہ سہسرام میں حامی دین متین جناب مولوی قاضی رحم الٰہی صاحب مظفر نگری مدرس مدرسۂ عالیہ اہلسنت وجماعت منظر اسلام بریلی کو مقرر کردیا۔ حضرت مولانا جس وقت مدرسۂ شمس الہدیٰ تشریف لائے تھے مدرسے کی حالت ایک عربک اسکول کی تھی۔ اس کے بعد اس میں ترقی شروع ہوئی اور ہر سال ایک ایک درجہ کھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ پورے پندرہ سال کی مکمل پڑھائی ہوگئی اور اب یہ مدرسہ نہ فقط صوبۂ بہار بلکہ مجموعی طور

پر ہندوستان میں گورنمنٹ کا واحد مدرسہ ہے جس میں تاریخ، جغرافیہ، حساب، انگریزی کے علاوہ عربی ادب اور درس نظامی کی تمام کتابیں قدیم طرز پر پڑھائی جاتی ہیں ☆[8] ۔ایسا مکمل نصاب نہ کسی قومی مدرسہ کا ہے نہ کسی حکومت کی تعلیم گاہ کا۔ یہی سبب ہے کہ ہر طبقے کے لوگ اس مدرسے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنے قدیمی طرز کے مدارس کو اس کے ساتھ ملحق کر رہے ہیں۔ اس وقت پچاس سے زائد مدارس اس کے ساتھ ملحق ہیں۔ یہ مدرسہ اس وقت دو حصوں میں منقسم ہے اور ہر ایک کے واسطے الگ الگ عمارت ہے۔ ایک اسکول کلاس جہاں ابتدا سے نو سال کی پڑھائی ہوتی ہے، نویں سال کے ختم ہونے پر ایک پبلک امتحان ہوتا ہے جس کے پاس کرنے والوں کو 'ملا' کی سند ملتی ہے، اس کے اوپر چھ سال کی پڑھائی ہے جو دو دو سال کر کے تین حصوں میں تقسیم ہے اور ہر دوسرے سال پر ایک پبلک امتحان ہوتا ہے جن میں کامیاب ہونے والوں کو علی الترتیب مولوی، عالم، فاضل کی سندیں ملتی ہیں۔ یہ سب امتحانات حسب تصریح وزیر تعلیمات بہار اڑیسہ، میٹریکولیشن، اف .اے.، بی. اے. اور ام. اے. کے برابر ہیں۔ کالج کلاسوں میں بترتیب وتفصیل ذیل آٹھ مدرسین ہیں: جناب مولانا مولوی محمد سہول صاحب عثمانی بھاگلپوری پرنسپل، جناب مولوی اصغر حسین صاحب بہاری پروفیسر حدیث، جناب مولوی سید دیانت حسین صاحب قادری دربھنگوی پروفیسر فقہ، ملک العلماء جناب مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی پروفیسر ہیئت وحدیث، جناب مولانا مولوی عبدالشکور صاحب مظفر پوری پروفیسر معقولات وحدیث، جناب مولانا مولوی سید شاہ عبید اللہ صاحب قادری اجبری گیاوی پروفیسر تفسیر، جناب مولانا مولوی سید عبدالسبحان صاحب دیسنوی پروفیسر عربی ادب، جناب ماسٹر سید محمد یوسف الدین صاحب بلخی استاد زبان انگریزی ☆[9] ۔

اسکول کلاسوں کے بارہ مدرسین ہیں ☆[10] جن کے اسماء حسب ترتیب وتفصیل یہ ہیں۔

جناب مولوی سید اقبال حسین صاحب سید آبادی گیاوی، جناب مولوی حافظ سید عبدالرشید صاحب کوپاوی عظیم آبادی، جناب مولوی سید محمد قاسم صاحب دیسنوی بہاری، جناب مولوی حافظ محمد جان صاحب عظیم آبادی، جناب مولوی سید شاہ ابوالقاسم صاحب بہاری، جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب

بہاری، جناب ماسٹر ملک محمد صفی الدین صاحب کاکوی گیاوی، جناب مولوی حافظ نورالحق صاحب مظفر پوری، جناب مولوی ملک محمد عبدالرحمٰن صاحب بینوی بہاری، جناب مولوی سید ظہور احمد صاحب عظیم آبادی۔ بارك الله فی افادتهم و افاضاتهم۔

تلامذہ واصحاب:

حضرت مولانا نے جس وقت سے تعلیم وتدریس کی طرف توجہ فرمائی اور جن جن حضرات نے آپ سے استفادہ کیا اس کی ایک بڑی طویل فہرست ہے۔آپ نے ۱۳۱۷ھ سے [مدرسۂ غوثیہ حنفیہ] موضع بین میں پڑھانا شروع کیا اور جہاں تک مجھے خیال آتا ہے سید شاہ حکیم محمد الیاس صاحب☆" صاجزادہ جناب حضور سید شاہ امین احمد صاحب سجادہ نشین بہار شریف قدس سرہٗ، و جناب محمود عالم صاحب ساکن موضع کہٹہ، ہیڈ مولوی ہائی انگلش اسکول گیا کی جماعت کو سب سے پہلے آپ نے پڑھانا شروع کیا تھا اس وقت سے برابر یہ سلسلہ جاری رہا جسے اب ۳۱ سال ہوتے ہیں۔اس مدت طویل میں سوائے ایام تعطیل یا کسی خاص مجبوری کے ایک دن بھی ایسا نہیں ہوا ہوگا کہ آپ نے درس وافادہ نہ فرمایا ہو اور طلبہ دینی اس چشمۂ ہدایت سے سیراب نہ ہوئے ہوں۔مگر جن طلبہ کی آپ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی یا مقررہ نصاب کی کتابیں اختتام کو پہنچیں ان کا سلسلہ ۱۳۳۴ھ سے شروع ہوتا ہے جس وقت آپ مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ میں مدرس تفسیر (مدرس اول) تھے خدا کا شکر ہے کہ اس کے فضل سے اُس وقت سے اِسوقت تک برابر ہر سال طلبہ فارغ التحصیل ہو رہے ہیں جن کی تعداد ۵ سے ۱۵ بلکہ انیس تک رہی ہے اگر اوسط ان کا آٹھ بھی مانا جائے تو اس عرصہ میں ۱۰۰ اسے متجاوز ہوتی ہے اگر ان سب کے نام لکھے جائیں تو بھی ایک لمبی فہرست ہو جائے مگر خاص خاص حضرات جن سے اس وقت سلسلۂ درس وتدریس ورشد وہدایت جاری ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں:

مولوی حافظ عبدالرحیم صاحب بنارسی، مولوی حکیم محمد حسین صاحب بناری مدرس مصباح العلوم الہ آباد، مولوی سید نیاز الدین صاحب اسٓدرجھتی ہیڈ مولوی موڈل اسکول آرا، مولوی سید انوار

حسین صاحب رجھتی ہیڈ مولوی انگلش ہائی اسکول ڈالٹین گنج، مولوی سید انیس احمد صاحب سکنڈ مولوی ہائی اسکول ڈالٹین گنج، مولوی سید افضال حسین صاحب ہیڈ مولوی ہائی اسکول راج محل، مولوی سید امتیاز احمد صاحب رجھتی ہیڈ مولوی مڈل اسکول، مولوی سید نثار الدین صاحب ہیڈ مولوی ہائی اسکول وارث علی گنج ضلع گیا، خاکسار سید عزیز حسین ساکن موضع لکھن پور ڈاکخانہ اٹر گنج مدرس اول مدرسہ اسلامیہ بھاگلپور، مولوی محمد عزیز الدین صاحب ابراہیم پور بھاگلپور، مولوی سید عبدالرحیم صاحب دربھنگوی انسپکٹنگ مولوی دربھنگہ، مولوی غیاث الدین صاحب مہتمم و مدرس اول مدرسہ حنفیہ موضع ہفنیہ پورنیہ، مولوی رشید احمد صاحب بہاری مدرس مدرسہ قومیہ بہار شریف، مولوی ابواختر محمد اصغر صاحب بہاری سکنڈ مولوی ہائی اسکول رانچی ضلع ہزاری باغ، مولوی عبدالغفور صاحب دربھنگوی ہیڈ مولوی ہائی اسکول داناپور، مولوی وصی الدین صاحب پورنیہ، مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی مدرس اول مدرسہ داناپور ضلع پٹنہ، مولوی حافظ شمس الحق صاحب مونگیری، مولوی حافظ محمد صدیق صاحب بتیاوی، مولوی حافظ محمد حنیف صاحب انسپکٹنگ مولوی مان بھوم، مولوی محمد صاحب آروی انسپکٹنگ مولوی ہزاری باغ، مولوی محمد ریاض الحق صاحب مدرس مدرسہ قادریہ کارہ ضلع گیا، مولوی سید محمد ایوب صاحب مدرس [مدرسۂ اسلامیہ] اورنگ آباد، مولوی محمد میر صاحب اورنگ آبادی مدرس مدرسہ خانقاہ سہسرام، مولوی عبدالقیوم صاحب ہیڈ مولوی مدرس مدرسۂ ناصری گنج، مولوی مصلح الدین صاحب مدرس اول مدرسہ وارث العلوم چھپرا، مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب رضوی ساکن ملک چک ضلع پٹنہ، مولوی سید احمد صاحب گیاوی، مولوی محمد زبیر صاحب مدرس اول مدرسہ غوثیہ حنفیہ بین ضلع پٹنہ، مولوی محمد محی الدین صاحب اورنگ آبادی، مولوی محمد نور عالم صاحب مطیر چشتی بہاری، مولوی محمد زکریا صاحب سہسرامی، مولوی قمر الدین خاں صاحب سہسرامی، مولوی ولی عالم صاحب مظفر پوری، مولوی سید محمد ابراہیم صاحب نجم عظیم آبادی وغیرہ وغیرہ ☆[12]۔

افتاء و تصنیف:

اگرچہ بریلی شریف پہنچنے کے وقت آپ کا نصب العین علوم دینیہ حاصل کرنا پھر بذریعہ

تعلیم وتدریس اس کی اشاعت کرنا تھا مگر جب بارگاہ رضوی میں حاضری ہوئی تو اس سرکار کو مرجع الخلائق پایا اور خصوصاً افتاء کا کام جس طرح وہاں ہوتا ہے اس توجہ وتحقیق کے ساتھ تو نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ شاید کہیں بھی کسی زمانے میں نہ ہوا ہوگا۔ میرے پیش نظر اس وقت متقدمین علما کے فتاوے بھی ہیں اور متاخرین اور زمانہ حال کے بھی۔ عام طور پر مفتی حضرات اپنا فرض فقط یہ جانتے ہیں کہ سوال کا جواب لا یا نعم، یجوز یا لا یجوز میں دے دیا جائے۔ بعض لوگ جو کچھ محتاط ہوئے اپنے دعوی کے ثبوت میں فقہ کی کوئی ایک آدھ عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں، مگر یہ بریلی شریف ہی کی خصوصیات سے ہے کہ جو مسئلہ آیا اس کی پوری تحقیق اور چھان بین کر کے مسئلے کا جواب دیا جاتا ہے اس کے متعلق فقہ کی عبارتوں سے استناد کیا جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں تعبیر وطرز ادا میں اگر کچھ اختلاف واقع ہو تو اس کی پوری تحقیق وتنقیح کی جاتی ہے۔ جہاں مختلف اقوال ہوتے ہیں ان پر محققانہ نگاہ ڈالی جاتی ہے، پھر اس مسئلے کے ضمن میں اس کے متعلق بہتیرے مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ غرض ہر مسئلہ کی تحقیق اس طور پر کی جاتی ہے کہ اس کے متعلق حدیث وفقہ سب کی پوری پوری توضیح وتشریح کر دی جائے۔ جتنے مسائل معرکۃ الآرا کہ بوجہ کثرت اختلافات واضطرابات یا منقح البحث ہوتے ہیں بفضلہ تعالیٰ اس طرح صاف ومنقح کئے جاتے ہیں کہ ان کی قدر اہل علم ہی جانتے ہیں اور پھر ابحاث زائد فرمائے جاتے ہیں جو تنقیح مسائل وتحقیق دلائل سے متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ اعلیٰحضرت قبلہ وکعبہ کے فتاوی مسمی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ فتاوی ھدایۃ کی تقطیع پر ۱۲ جلدوں میں ہے ہر جلد ۸۰۰ صفحہ کی ہے، جس کے پاس فتاوی رضویہ کی تمام وکمال جلدیں ہوں اس کو فقہ میں پھر کسی دوسری کتاب کی اصلاً حاجت نہیں۔ غرض اس امر کو دیکھ کر آپ نے بھی افتاء کی طرف توجہ فرمائی اور صاف صاف واضح مسائل کے جواب میں ایک دو عبارتوں پر اکتفا اور ذرا پیچیدہ مختلف فیہ مسئلہ ہوا اس کے جواب میں شرح وبسط سے کام لینا شروع کیا اور بعض مسائل میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ جب تک آپ بریلی شریف میں رہے اگرچہ افتاء وتصنیف دونوں کا سلسلہ رہا مگر اصل کام فتویٰ نویسی تھا ضمن میں کوئی رسالہ تصنیف فرما دیا جاتا تھا،

ان سب فتاویٰ کی نقل خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ بریلی شریف سے واپسی کے بعد شملہ، آرہ، سہسرام، پٹنہ کے قیام کے زمانے میں تصنیف وتالیف کی طرف توجہ زیادہ رہی اگرچہ اس وقت بھی دور دور سے استفتا آپ کے پاس آیا کرتے اور آپ ان کے جوابات دیا کرتے ہیں مگر اصل توجہ آپ کی تالیف وتصنیف کی طرف ہے۔

آج کل آپ صحیح بہاری شریف تالیف فرمارہے ہیں جس کا اصل نام جامع الرضوی معروف بصحیح البہاری ہے۔ یہ مجموعہ پچیس ہزار حدیثوں کا ذخیرہ ہوگا جس میں صرف اہلسنت وجماعت وحنفی مذہب کی حدیثیں ہوں گی، طرز مشکوۃ شریف کا ہوگا۔ اس کتاب کی پانچ جلدیں ہوں گی ☆[13]، جلد اول کتاب العقائد، دوم کتاب الطہارۃ تا کتاب الحج، جلد سوم کتاب النکاح تا کتاب الوقف، جلد چہارم کتاب البیوع تا کتاب الغصب، جلد پنجم کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض۔ حسن ترتیب وتبویب اس کتاب کی خاص خصوصیت ہوگی۔ ابواب فقہیہ ھدایۃ کی ترتیب پر ہیں۔ ہر باب میں وہی حدیثیں ہوں گی جو ترجمۃ الباب سے پوری مطابق ہوں گی، کسی باب میں متعارض حدیثیں نہ ہوں گی، جن حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے ان کو الگ الگ دو بابوں میں بیان کیا جائے گا جس سے تعارض کا وہم تک نہ ہوگا۔ مثلاً محدثین کرام باب الوضوء میں مس الذکر کے ضمن میں دونوں قسم کی حدیثیں لکھتے ہیں ایک جن میں وضو کرنے کا بیان ہے دوسری وہ حدیثیں جن میں وضو نہ کرنے کا بیان ہے، اس سے طالب علم کو پریشانی ہوتی ہے، وہ دونوں حدیثوں میں تعارض سمجھتا ہے، اسے اس کے دفع کی فکر ہوتی ہے۔ خود اساتذہ دفع تعارض کی تقریر کرتے ہیں، صحیح بہاری شریف میں ابواب مالا ینقض الوضوء منہ کے تحت میں ان تمام اشیاء کو باب باب کر کے گنایا گیا ہے جن سے وضو نہیں ٹوٹتا ان میں سے مس الذکر کا بھی ایک باب لکھا اور اس میں وہ سب حدیثیں لکھیں جن میں وضو کرنے کا بیان ہے۔ معلوم ہوا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، پھر اپنے موقع پر ابواب الوضوء المستحب کی سرخی سے وہ تمام اشیاء باب باب کر کے گنائی ہیں جس سے وضو کر لینا مستحب ہے اور اس میں سے ایک باب مس الذکر کا بھی بیان کیا اور اس میں وہ سب حدیثیں لکھیں جن میں

مس الذکر سے وضو کرنے کا بیان ہے وعلی ھٰذا القیاس۔

غرض اس کی تبویب و ترتیب ایسی نفیس طریقے پر کی گئی ہے کہ اسی سے تمام شبہات و شکوک تعارض کے دفع ہو جاتے ہیں اور طالب علم کو کوئی الجھن نہ ہوگی پھر ہر باب میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں خاص ترتیب ہے، پہلے وہ حدیثیں ہوتی ہیں جنہیں ائمہ اربعہ مجتہدین کرام امام الائمہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام یوسف، امام محمد نے روایت کی ہیں پھر جسے اصحاب ستہ امام بخاری، امام مسلم، صاحب ترمذی، صاحب ابی داؤد و سنن نسائی و ابن ماجہ نے اپنی کتابوں میں لکھیں پھر جسے دیگر محدثین عظام نے روایت کیا ہے۔ غرض سنّیوں حنفیوں کے لئے یہ کتاب ایک ایسا نفیس و نایاب ذخیرہ ہے جس کی حد سے زیادہ ضرورت تھی اور باوجود ضرورت شدیدہ اب تک کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ الحمدللہ کہ حضرت استاذنا العلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق بخشی اور یہ کام نہایت ہی مستعدی سے آج کل ہو رہا ہے۔ آپ کی تصانیف میں اگرچہ سب سے پہلی تصنیف تہذیب کی اردو شرح ہے مگر نہ وہ مکمل ہوئی تھی نہ سلسلہ تصنیف کا مسلسل رہا نہ اس وقت وہ میرے پیش نظر ہے۔ اس لئے ۱۳۲۳ھ سے کہ آپ نے ظفر الدین الجید تحریر فرمائی اور اُس وقت سے اِس وقت تک سلسلہ تصنیف و تالیف برابر جاری ہے اس لئے میں تصنیفات کی فہرست اسی سے شروع کرنا مناسب جانتا ہوں۔

نمبر شمار	سن تصنیف	نام کتاب	مضمون	کیفیت
۱۔	۱۳۲۳ھ	ظفر الدین الجید	مشاہیر علمائے دیوبند سے فیصلہ کن سوالات	مطبوعہ
۲۔	۱۳۲۳ھ	الحسام المسلول علی منکر علم الرسول	نام سے ظاہر ہے	مبیضہ
۳۔	۱۳۲۴ھ	مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس	نام سے ظاہر ہے	مطبوعہ
۴۔	۱۳۲۴ھ	مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفےٰ	نام سے ظاہر ہے	مطبوعہ
۵۔	۱۳۲۵ھ	التعلیق الضروری علی القدوری	قدوری کی عربی شرح	غیر مکمل

۶۔	۱۳۲۵ھ	اعلام الساجد بعرف جلود الاضحیۃ الی المساجد	قربانی کی کھال کا صدقہ نافلہ ہے اور اس کے احکام	مبیضہ
۷۔	۱۳۲۶ھ	بسط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ	اعلیٰحضرت کے فتاویٰ کتاب الحظر والاباحۃ کا انتصار	مبیضہ
۸۔	۱۳۲۶ھ	الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی	اشباہ والنظائر کی شرح علامہ حموی نے لکھی مگر چند ورق بغیر شرح کے ہیں اس کی تکمیل	مسودہ
۹۔	۱۳۲۶ھ	شکست سفاہت	تحصیل نوح ضلع گڑگانوں میں وہابیہ سے مناظرہ	مطبوعہ
۱۰۔	۱۳۲۷ھ	المجمل المعدد لتصانیف المجدد	اعلیٰحضرت اور ان کے خاص تلامذہ کی تصنیفات جن پر اعلیٰحضرت کی اصلاح ہے۔	مطبوعہ
۱۱۔	۱۳۲۸ھ	رجم الکفرہ علی الکلاب الممطرہ	حر مستغفرہ کا رد جواب	مبیضہ
۱۲۔	۱۳۲۹ھ	البنراس لنفع ظلام المنباس	شملہ کی تقریر پر منباس صاحب کے اعتراض کا رد	مبیضہ
۱۳۔	۱۳۳۰ھ	التحقیق المبین لکلمات التوہین	کس قسم کے کلمات کس کے لئے توہین ہیں	مبیضہ
۱۴۔	۱۳۳۱ھ	رفع الخلاف من بین الاحناف	علمائے بریلی، و دیوبند کے مسائل کا تصفیہ	مبیضہ
۱۵۔	۱۳۳۲ھ	التعلیق المغنی عن شروح المغنی	مغنی اللبیب کا حاشیہ عربی	مسودہ
۱۶۔	۱۳۳۲ھ	نزول السکینہ باسانید الاجازات المتینہ	رسالہ مبارکہ الاجازات المتینہ کی اسانید	مسودہ
۱۷۔	۱۳۳۳ھ	خیر السلوک فی نسب الملوک	قوم ملک کا شجرۂ نسب	مسودہ
۱۸۔	۱۳۳۳ھ	جواہر البیان فی ترجمۃ خیرات الحسان	امام اعظم رحمۃ اللہ کی سوانح عمری	مطبوعہ
۱۹۔	۱۳۳۳ھ	القول الاظہر فی کون الاذان بین یدی المنبر	اذان ثانی جمعہ کہاں ہونا چاہئے	مسودہ
۲۰۔	۱۳۳۴ھ	کشف الستور عن مناظرۃ رامپور	حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی اور مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری کے مناظرے کا نفیس فیصلہ	مبیضہ

۲۱۔	۱۳۳۴ھ	گنجینۂ مناظرہ	مولوی ولی اللہ مارواری سے مناظرہ کی روداد	مطبوعہ
۲۲۔	۱۳۳۴ھ	عافیہ	علم صرف میں جامع مسائل رسالہ	مطبوعہ
۲۳۔	۱۳۳۴ھ	وافیہ	علم نحو میں مسائل کا جامع بیش بہا رسالہ	مبیضہ
۲۴۔	۱۳۳۵ھ	بدر الاسلام لمیقات الصلاۃ والصیام	حضرت شاہ بدر الدین صاحب پھلواروی کی فرمائش سے پھلواری کے لئے روزہ و نماز کے اوقات	مبیضہ
۲۵۔	۱۳۳۵ھ	مؤذن الاوقات	ہندوستان بھر کے لئے روزہ نماز کے اوقات	مطبوعہ
۲۶۔	۱۳۳۵ھ	تقریب	علم منطق میں جامع رسالہ	مسودہ
۲۷۔	۱۳۳۵ھ	تذہیب	علم فلسفہ کا اردو میں بہترین رسالہ	مسودہ
۲۸۔	۱۳۳۶ھ	تحفۃ الاحباب فی فتح الکوۃ والباب	اپنے مکان میں دریچی کھولنے کے بارے میں مولانا قادر بخش صاحب سہرامی مرحوم کے فیصلے کا جواب	مبیضہ
۲۹۔	۱۳۳۶ھ	القصر المبنی علی بناء المغنی	مغنی اللبیب کی تلخیص	مسودہ
۳۰۔	۱۳۳۶ھ	نظم السیانی فی حروف المعانی	حروف معانی کا نہایت ہی مبسوط بیان	مبیضہ
۳۱۔	۱۳۳۷ھ	تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار	بزرگان برکاتیہ رضویہ کے حالات	مسودہ
۳۲۔	۱۳۳۷ھ	الاکسیر فی علم التکسیر	علم تکسیر میں نہایت نفیس عربی کتاب	مبیضہ
۳۳۔	۱۳۳۸ھ	ندوۃ العلما	ندوۃ العلما کی کارگزاریاں	مبیضہ
۳۴۔	۱۳۳۸ھ	سرور المحزون فی الصبر عن نور العیون	موت اور اس کے بعد کے واقعات	مبیضہ

۳۵۔	۱۳۳۹ھ	ہادی الہداۃ لترک الموالاۃ	ترک موالات سے متعلق نفیس رسالہ	مبیضہ
۳۶۔	۱۳۳۹ھ	الاصلاح لاغلاط الایضاح	ایک مسئلہ نکاح میں مولوی سعید الدین صاحب رامپوری کے رسالۃ الایضاح کارد	مبیضہ
۳۷۔	۱۳۴۰ھ	توضیح الافلاک معروف بسلم السماء	علم ہیأت میں بہت ہی کارآمد رسالہ	مبیضہ
۳۸۔	۱۳۴۱ھ	اعلام الاعلام فی احوال العرب قبل الاسلام	قبل اسلام اہل عرب کے تاریخی حالات	مبیضہ
۳۹۔	۱۳۴۲ھ	توضیح التوقیت	بے مدد استاد علم توقیت سکھانے والا رسالہ	مبیضہ
۴۰۔	۱۳۴۳ھ	نہایۃ المنتہی شرح ھدایۃ المبتدی	ہدایہ کی عربی شرح، مبسوط و ہدایہ سے ماخوذ	ناتمام
۴۱۔	۱۳۴۴ھ	الافادات الرضویہ	علم حدیث کے متعلق نفیس و کارآمد افادات	مبیضہ
۴۲۔	۱۳۴۵ھ	جامع الرضوی معروف صحیح بہاری	اہلسنت حنفی مذہب کی تائید میں پچیس ہزار حدیثوں کا نایاب ذخیرہ	زیر تصنیف
۴۳۔	۱۳۴۶ھ	تربیت الیتامی فی زواج الایامی	بیوہ عورتوں کی شادی کا بیان	مبیضہ
۴۴۔	۱۳۴۷ھ	دلچسپ مکالمہ معروف بہ تدبیر اکثریت	مسلمانوں کی اکثریت کا راز	مطبوعہ
۴۵۔	۱۳۴۸ھ	الانبار فی اجوبۃ نور الانوار	نور الانوار باب الاجماع و القیاس کے متعلق تمام مضامین بطور سوال و جواب	مبیضہ

ان کتابوں کے علاوہ☆[۱۴] حضرت کے فتاوے اور مکتوبات کی ترتیب و تبویب بھی زیر غور ہے۔ اصل مستقل کام اب صحیح بہاری کا تمام کرنا ہے اور فاضل اوقات اسی پر صرف کئے جاتے ہیں مگر پھر خاص ضرورت کے تقاضہ سے جس کتاب یا رسالہ کی تصنیف و تالیف کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے عجب کیا کہ چھیالیسواں نمبر فتاویٰ مسمّی بہ نافع البشر فی فتاویٰ ظفر اور سینتالیسواں نمبر حضرت کے مکاتیب کا ہو۔ نفعنا اللہ بحیاتہ و بفیوضہ و افاداتہ، آمین۔

وعظ وہدایت:

مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی میں تعلیم کے زمانے میں آپ نے دیکھا کہ پڑھنے پڑھانے کا طریقہ اگرچہ وعظ سے زیادہ مفید ہے مگر عام فائدہ وعظ وہدایت کی طرح اس کا نہیں ہے مثلاً کسی جگہ عالم صاحب پہنچیں وہاں کے لوگ صدرا، شمس بازغہ، بخاری، بیضاوی لے کر تو آنے سے رہے جو ان مولوی صاحب سے ان کو کچھ فائدہ پہنچے تو ان لوگوں کے لئے ان عالم صاحب کا وجود وعدم برابر رہا بخلاف اس کے اگر کسی جگہ واعظ کا گزر ہو تو ضرور اپنی تقریر و وعظ سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی چھوڑے گا اور ایک حق بات لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ اسی لئے آپ نے اسی زمانے میں تقریر و وعظ ونصیحت کی طرف توجہ کی اور ۱۳۲۱ھ کے مدرسۂ اشاعۃ العلوم کے سالانہ جلسہ میں آپ نے ایک پُر زور تقریر فرمائی جسے لوگوں نے بہت ہی پسند کیا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور کم از کم مہینے میں ایک یا دو دفعہ تقریر ضرور کسی مسجد میں یا کسی جلسے میں کر لیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ پھر دوسرے شہروں میں جانے لگے اور جلسوں اور دستار بندیوں میں اطراف واکناف سے آپ کی طلبی آنے لگی اور اسی سلسلہ میں آپ نے ہندوستان کے تقریباً تمام مشہور شہروں کی سیاحت کی۔ حضرت استاذنا العلام ہر چند وعظ میں مثنوی شریف اور اشعار نہیں پڑھتے ہیں مگر مضمون اس درجہ واضح اور نفیس مفید وکارآمد مدلل بیان فرماتے ہیں کہ اہل علم اور تعلیم یافتہ طبقے میں آپ کا وعظ نہایت ہی مقبول ہے۔ آپ تقریروں میں سیرت نبوی علی صاحبہ افضل الصلاۃ والسلام وفرائض واحکام شرع اور بزرگان دین کے حالات بیان کرتے ہیں۔ مسائل مختلف فیہا کا تذکرہ نہیں فرماتے اور اگر کبھی موقع آجاتا ہے تو اس انداز سے بیان فرماتے ہیں کہ عوام یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ ہے اور اس سے پریشان خاطر نہ ہوں۔ واعظان زمانہ کی طرح کوئی تقریر کبھی یاد نہیں کی کہ اسی کو ہر جگہ سنا دیا کرتے ہوں بلکہ ہر تقریر میں نئے مضامین، نئے الفاظ، نئی تراکیب، نئی بندش ہوتی ہے۔ ۱۳۲۷ھ میں آپ رنگون تشریف لے گئے تھے تقریباً تین ہفتہ رہنا ہوا۔ ہر روز وہاں وعظ ہوتا تھا بلکہ بعض دن دو دو مقامات پر تقریر کرنے کا اتفاق ہوا، مگر جو مضمون ایک جگہ بیان فرمایا کہیں دوسری جگہ

اس کا اعادہ نہ کیا۔ سات آٹھ سال سے بہار شریف محلہ دائرہ میں ماہ رجب میں معراج شریف کے واقعات بیان فرماتے ہیں، موضوع وہی واقعہ معراج ہوتا ہے۔ ہر سال ایک ہی آیت سبحن الذی اسریٰ بعبدہ تلاوت کرتے ہیں مگر مضمون ہر سال نرالا اور بیان معراج ہی کا ہوتا ہے۔ اس امر کا بھی غایت درجہ لحاظ رکھتے ہیں کہ آپ کی تقریر کبھی موضوع سے باہر نہ ہو۔

جدل ومناظرہ:

قیام بریلی کے زمانے میں ایک دن کوتوالی وتحصیل کے پاس والے گرجا پر آپ کا گزر ہوا دیکھا کہ ایک بوڑھا سفید ریش آدمی لانبا کرتا گیروا رنگ کا پہنے ہوئے تقریر کر رہا ہے اور چاروں طرف مجمع لگا ہوا ہے، آپ بھی کھڑے ہو گئے، سنا تو اسلام کے خلاف بیان کر رہا ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے معلوم ہوا کہ ان کا نام پنڈت جوالا پرشاد ہے، پہلے ہندو مذہب کے تھے اب عیسائی ہو گئے ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہر اتوار کو اسی جگہ تقریر کرتے ہیں اور ہر شخص کو اجازت دیتے ہیں کہ جو شخص چاہے اپنے شکوک واعتراضات پیش کرے، یہ اس کا جواب دیتے ہیں۔ مولانا نے اس کے بعد تقریر کو غور سے سننا شروع کیا اور جو جو بات اسلام کے خلاف معلوم ہوئی اس کو ایک کاغذ پر نوٹ کر لیتے۔ جب پنڈت جوالا پرشاد تقریر ختم کر چکے اور اعلان کیا کہ جن صاحبوں کو کچھ اعتراض ہو بلا تامل سوال کر سکتے ہیں۔ جناب مولانا آگے بڑھے اور اعتراضات کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا معمول کر رکھا کہ عیسائیوں کی اور ان کے رد کی کتابیں دیکھا کرتے اور ہر اتوار کو گرجا کے قریب جاتے اور جوالا پرشاد کی تقریر سن کر اس پر اعتراضات کرتے اور مذہب اسلام پر ان کے اعتراضات کا جواب دیتے۔ اس طرح آپ نے عیسائیوں کی رد میں ایک طرح مہارت حاصل فرمائی۔

اس واقعہ سے چند مہینہ کے بعد کتب خانہ والی گلی میں ایک مکان میں دیکھا کہ بڑا مجمع ہے اور ایک شخص تقریر کر رہا ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آریہ سماج کی انجمن ہے اور آریہ مقرر اپنے مذہب کی حمایت میں تقریر کر رہا ہے، آپ بھی کھڑے ہو گئے اور اس کی تقریر سننے لگے،

اخیر میں اعلان کیا گیا کہ جن صاحبوں کو میری تقریر پر کچھ اعتراض ہو شوق سے دریافت کر سکتے ہیں۔ جناب مولانا آگے بڑھے اور جو کچھ اس وقت اس تقریر پر اعتراضات خیال میں آئے کیا پھر اس نے جواب دیا، اس پر پھر شبہات وارد کیے۔ غرض اس زمانے میں یہی مشغلہ رہا کہ آپ عیسائیوں اور آریوں کے رد کی کتابیں دیکھتے اور ان کے جلسوں میں جا کر ان پر اعتراضات کرتے۔

جس زمانے میں آپ کا قیام سہسرام میں تھا، بریلی شریف سے طلبی کا ایک تار آیا آپ فوراً میل سے روانہ ہو گئے، وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آریوں نے بہت سر اٹھا رکھا ہے، ان سے مناظرہ طے ہوا ہے اور یہ قرار پایا ہے کہ ایک دن بی بی جی کی مسجد میں وہ لوگ آئیں اور جو کچھ اعتراضات اہل اسلام پر ان کے خیال میں ہیں پیش کریں، دوسرے دن مسلمان لوگ ان کی انجمن میں جائیں اور ان کے مذہب پر اعتراضات کریں۔ چنانچہ اس وقت آریہ کے اعتراضات کا دن تھا اس کام کے لئے اصل میں مناظر جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب میرٹھی قرار پائے تھے مگر عجب اتفاق کہ وقت مناظرہ کا آ گیا مگر مولانا ممدوح نہیں پہنچ سکے اور آریہ اصحاب اور شائقین مناظرہ جمع ہو گئے، اس وقت بالاتفاق قرار پایا کہ حضرت استاذنا العلام مناظر ہوں اور آریہ کے اعتراضات کے جواب دیں۔ چنانچہ آریہ کی طرف سے ان کے مشہور مقرر و مناظر پنڈت رام چندر دہلوی کھڑے ہوئے اور کہا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ مذہب اسلام ہمیشہ کے لئے آیا ہے اور آپ نبی خاتم النبیین ہیں پھر کوئی دوسرا نہیں آئے گا نہ کوئی دین دوسرا ہوگا۔ اگر ایسا کوئی مذہب ہو سکتا ہے تو چاہیے تھا کہ ابتدائے آفرینش سے ہی مذہب آتا پھر ایسا کیوں نہ ہوا؟ مناظرہ میں اصول دو طرح کے ہوتے ہیں بعض لوگ جب اعتراضات کرنے کھڑے ہوتے ہیں یا جواب دینے کو تو فریق کی تجہیل و تحمیق کرتے ہیں اور اس طرح حاضرین کے دل سے اس کا اثر کم کرنے یا اس کی بات بے وقعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعضوں کی عادت فریق کی تعریف و تحسین کی ہوتی ہے، اس سے مجمع پر مناظر کی بے تعصبی اور حق پسندی اور عدم نفسانیت کا اثر ہوتا ہے اور اس وجہ سے اس کی تقریر کو ناظرین باوقعت سمجھتے ہیں، جناب مولانا کی یہی عادت ہے وہ کبھی فریق کی تجہیل و تحمیق نہیں کرتے بلکہ اس کی تعریف

کرتے ہیں اسی قاعدہ سے جناب مولانا کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''صاجبو پہلے آپ حضرات سے میں اپنے فاضل مقرر کا تعارف کرادوں۔ آپ کا نام پنڈت رام چندر ہے، دہلی کے رہنے والے ہیں، ان میں یہ خاص خوبی ہے کہ قرآن شریف بہت صحیح پڑھتے ہیں۔ آریوں میں آپ بہت بڑے مقرر و مناظر مانے جاتے ہیں اور اس کو آپ مختصر لفظوں میں یوں سمجھ سکتے ہیں کہ بریلی شریف کوئی معمولی دیہات یا قصبہ یا ادنیٰ درجے کا ضلع نہیں بلکہ کمشنری ہے مگر آپ دہلی سے بلوائے گئے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمشنری بھر میں کوئی آپ جیسا مقرر اور مناظر نہیں ہے ورنہ آپ کو دہلی سے زحمت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ شاید آپ جوابی تقریر میں میرے متعلق بھی یہی رائے قائم کریں، اس لئے میں اپنے متعلق یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اسی شہر کا تعلیم یافتہ ہوں اس لئے جلسے میں شرکت کے لئے جناب مہتمم صاحب مدظلہ نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ بہر کیف جب آپ حضرات کو پنڈت صاحب کی صلاحیت و قابلیت معلوم ہو چکی تو آپ کو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان کا سوال بھی کوئی معمولی سوال نہ ہوگا جو تمام لوگوں کو آسانی سے سمجھ میں آجائے، ہاں اگر کوئی واضح مثال پیش کی جائے تو بے شک اچھی طرح خیال میں آسکتا ہے اس لئے میں پنڈت صاحب کے کئے ہوئے سوال کو دوسرے لفظوں میں عام فہم کر کے دہراتا ہوں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ جب روٹی گوشت اس علاقے کے لوگوں کی ایسی غذا ہے کہ چار برس کی عمر سے جوانی اور اس وقت سے بڑھاپے تک کام میں آتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ایک روٹی اور ایک بوٹی کیوں نہیں کھلا دیتے۔ حضرات اگر کوئی شخص آپ سے یہ سوال کرے تو یقین ہے کہ آپ یہی جواب دیں گے کہ اس وقت شیر خوار بچے کے قوائے جسمانی اس قابل نہیں ہوتے کہ اس غذا کی ہضم کرنے کی صلاحیت رکھے اس لئے پہلے دودھ پھر ساگودانہ تب فیرنی وغیرہ ہلکی غذا دے کر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ جب اتنی قوت بچہ میں آجاتی ہے کہ اچھی غذا سے فائدہ اٹھا سکے تو پھر یہ غذا دی جاتی ہے۔ اب یقیناً آپ لوگوں کو پنڈت صاحب کے سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ چونکہ ابتدائے آفرینش میں انسان کے قوائے روحانی اس قابل نہیں تھے کہ اس پر ایسی کامل مکمل کتاب

اتاری جاسکے اس لئے پہلے صحیفے نازل ہوتے تھے اور صحیفوں کے ذریعہ ان کی قوائے روحانی کونشو ونما دیا گیا پھر کچھ صلاحیت آ گئی تو اس سے بڑی کتابیں توریت، انجیل، زبور دی گئیں جب قویٰ کی تکمیل بروجہ کمال ہوگئی تو اسے مکمل اکمل کتاب قرآن شریف دے کر ارشاد فرمایا گیا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔ اسی مضمون کو حضرت الاستاذ نے نہایت ہی شرح و بسط سے بیان فرمایا جس پر حاضرین بے ساختہ سبحٰن اللہ کہہ اٹھے۔ اس پر آریہ سماج کے حضرات جو مسجد کے باہر بیٹھے تھے بہت خفا ہوئے اور بولے کہ واہ صاحب یہ سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ کیسی، جناب پنڈت صاحب نے جب اعتراض کیا تھا تو ہم لوگوں نے کب نعرۂ مسرت اور شاباشی بلند کیا تھا جواب آپ لوگ نعرۂ تحسین و آفرین بلند کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا آپ لوگ ناراض نہ ہوں، آج آپ سائل ہو کر آئے ہیں سوال کرنے پر اگرچہ سوال کتنا ہی پیچیدہ اور مشکل ہو سوال کرنے والے کی تعریف کرنا بے معنیٰ امر ہے۔ آپ خود غور کریں ایک شخص آئے اور کہے کہ لوگو آپ سے پانچ لاکھ روپیہ کا سوال ہے تو آپ اس کی تعریف کریں گے کہ واہ واہ خوب مانگا، کتنا اچھا سوال کیا؟ برخلاف اس کے کہ سائل کے جواب میں کوئی شخص کہے کہ لو یہ پانچ لاکھ حاضر ہیں تو جملہ حاضرین کی زبان سے بے ساختہ صدائے واہ واہ نکلے گی۔ اس پر وہ لوگ خاموش ہو گئے اور تقریر کا سلسلہ فریقین میں جاری رہا۔ چونکہ میں روودادِ مناظرہ نہیں لکھ رہا ہوں اس لئے ان سب باتوں کو قلم انداز کرتا ہوں۔

ہاں اس سلسلے میں ایک بات کا لکھنا ضروری خیال کرتا ہوں، پنڈت جی نے ایک موقع پر کہا کہ صاحب مسلمان تناسخ پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ تناسخ تو قرآن شریف سے اور خود بزرگوں کے اقوال سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن شریف میں ہے و قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین اور جناب مولانا روم صاحب "مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

ہم چو سبزہ بار ہا روئیدہ ام — ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

حضرت مولانا نے اپنی تقریر میں فرمایا حضرات! پنڈت جی نے آج ایک انوکھا دعویٰ کیا

ہے وہ یہ کہ تناسخ قرآن مجید سے ثابت ہے، اقوال بزرگان دین سے ثابت ہے۔ میں آپ حضرات کو صرف ایک امر کی طرف متوجہ کر دینا کافی سمجھتا ہوں وہ یہ کہ قرآن شریف کے ماننے والے مسلمان ہیں نہ کہ آریہ، تو اگر تناسخ قرآن شریف سے ثابت ہوتا تو مسلمان تناسخ کے قائل ہوتے نہ کہ آریہ سماج۔ آخر اسلام قرآن شریف سے ثابت ہے، نماز قرآن شریف سے ثابت ہے، حج قرآن شریف سے ثابت ہے تو ان سب باتوں کو مسلمان مانتے ہیں یا آریہ سماج۔ اگر تناسخ کا مسئلہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا تو یہ مسلمانوں کا مسئلہ ہوتا نہ کہ آریوں کا۔ یہ تو ان کے دعوے کا رد ہوا رہی دلیل تو سوئے اتفاق سے جناب پنڈت جی نے اس آیت شریفہ اور اس شعر پر غور نہیں کیا ورنہ یہ دونوں دلیلیں ابطال تناسخ کی ہیں نہ اثبات کی۔ آپ حضرات ذرا غور سے سنیں آیت کریمہ میں اس مضمون کا بیان ہے کہ یہودیوں نے جب سبت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بندر ہو جاؤ تو اللہ کے اس کہنے سے وہ بندر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کا قلنا لھم فرمانا ہی واضح دلیل ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندر ہوگئی نہ بطریق جری عادت گناہ کی پاداش میں۔ اس امر کو واضح کرنے کے لئے میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں کہ کوئی صوفی بزرگ یا سنیاسی فقیر پتھر کنکر چن کر ایک ہانڈی میں جمع کرے چولھے پر چڑھا کر کہے کھچڑی پک جا اور ان کے کہنے سے کھچڑی پک کر تیار ہو جائے تو ہر عقلمند یہی کہے گا کہ یہ ان بزرگ کی کرامت ہے، لیکن جو شخص اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ جب پتھر کنکر چن کر نیچے اس کے آگ جلائی جائے تو کھچڑی پک جاتی ہے تو اس کا یہ خیال محض باطل ہوگا اس لئے کہ وہاں محض کہنے سے ہوا نہ بطریق جری عادت۔ اب اس واقعہ کو مطابق کیجئے کہ اگر عادت اللہ بھی جاری ہوتی تو جو جو شخص نافرمانی کرتا وہ بندر ہو جاتا نہ کہ خاص ایک گروہ اور وہ بھی خاص حکم فرمانے کے سبب سے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت کو تناسخ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تناسخ کا رد ہے کہ اگر ایسا ہوا ہی کرتا تو قلنا کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اسی طرح شعر کا مفہوم سمجھنے میں ہمارے پنڈت جی کو چوک ہوئی۔ اگر یہ شعر مثنوی کا ہو تو مولانا روم اس شعر میں جس مسئلہ تصوف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اس کے بیان کا یہ موقع نہیں رہا،

ظاہری مطلب شعر کا جس سے استدلال کیا گیا وہ بالکل رد تناسخ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے سات سو ستر قالب دیکھے ہیں اور جس طرح سبزہ اگتا ہے اسی طرح میں بار ہا اُگا ہوں تو غور طلب یہی امر ہے کہ سبزہ کس طرح اُگا کرتا ہے۔ آپ حضرات کا مشاہدہ ہے کہ درختوں میں آم، امرود، برٹھ، بانکڑ، پیپل وغیرہ یا لتوں میں ککڑی، کھیرا، کدو، تربوز وغیرہ ان میں جس چیز کی بیج لگائی جائے گی وہی اگے گی وہی چیز پھلے گی۔ آپ لوگوں نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ آم کی گٹھلی بونے سے دوسرے سال امرود پھلے، اس کا بیج لگانے سے تیسرے سال پیپل اُگ جائے، اس کا تخم بونے سے چوتھے سال شیشم کا پودا نکل جائے۔ کھیرا ککڑی کے بیج سے ہمیشہ کھیرا ککڑی ہی پیدا ہوتی ہے، یا کھیرے کا بیج بونے سے دوسرے سال ککڑی ہو جائے تیسرے سال کدو چوتھے سال تربوز وغیرہ، تو تجدد امثال بروز زماں کی وجہ سے ایک شخص کتنے اصلاب کتنے ارجام میں آتا ہے، کس کس نام سے، کس کس زمانے میں پکارا جاتا ہے مگر رہتا وہ انسان ہی ہے۔ نہ کہ انسان سے بکری ہو، بکری سے گائے بیل اس سے بھینس پھر ہاتھی پھر چوہا پھر بلّی پھر بندر کتا وغیرہ۔ آپ لوگ اس تشبیہ کو غور کریں اور سمجھیں کہ اتنے تغیرات وانتقالات کو مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح سبزہ اُگتا ہے اسی طرح میں بار ہا اُگا ہوں۔ اب ہر شخص سبزہ اُگنے کو دیکھے اور جناب پنڈت صاحب کے استدلال کو سمجھے کہ واقعیت سے کتنے درجے دور ہے۔ غرض اسی طرح قریب ۱۲ بجے شب کے وہ جلسہ تمام ہوا اور دوسرے دن مسلمان آریوں کے انجمن میں ان پر اعتراضات کے لئے گئے مگر آریہ صاحبان جواب سے ایسے عاجز ہوئے کہ پھر زیادہ دنوں تک اس سلسلے کو جاری رکھنا انہوں نے خلاف مصلحت سمجھا۔

ردّ قادیانی:

بریلی شریف میں تو قادیانی تھے نہیں۔ سوائے ایک تصور حسین نیچہ بند کے۔ وہ کوئی اہل علم نہ تھا مگر اس نے ریشہ دوانی بہت کی اور دوسرے دوسرے شہروں سے قادیانی مقرروں کو بلوا کر اس کی بہت بلیغ کوشش کی کہ کسی طرح یہاں قادیانیت پھیلے مگر اعلیٰحضرت کی تحریرات اور حضرت مولانا و دیگر تلامذۂ اعلیٰحضرت کی تقریرات کا یہ اثر ہوا کہ وہاں قادیانی اپنے ارادوں میں خائب وخاسر رہے۔ اسی

لئے بریلی میں قادیانیوں سے مناظرے کی نوبت نہیں آئی مگر بیسوں جگہ ان کی رد میں آپ نے تقریریں کیں۔ ہاں آنولہ ضلع بریلی میں ایک قادیانی مبلغ آگیا تھا کئی شخصوں کو قادیانی بنالیا تھا، مسلمانان آنولہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰحضرت نے استاذ مکرم کو وہاں بھیجا اور اس مبلغ سے باضابطہ مناظرہ ہوا۔ مولانا نے منجملہ اعتراضات کے یہ اعتراض فرمایا کہ مرزا غلام احمد اپنی نبوت کا مدعی ہے حالانکہ نبوت ختم ہوگئی ہے و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین، خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں لا نبیَّ بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔ قادیانی مقرر نے کہا کہ انہوں نے اپنے کو نبی کہا ہے مگر اس سے مدعی نبوت ہونا کہاں سے ثابت ہوا اس لئے غیر نبی بھی اپنے کو نبی کہہ سکتا ہے چنانچہ جو لوگ کہ بزمانہ نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے انہوں نے اپنے کو نبی کہا قالوا انّا الیکم مرسلون، حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ کے دعوے کے دو جزو ہیں اور دلیل صرف ایک ہی جز پر آپ نے دی، اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ غیر نبی تھے، اس مقرر نے کہا کہ نبوت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی فرمایا اگلے زمانے میں ایک وقت میں دو دو نبی ہوتے تھے، دیکھئے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں ایک زمانے میں نبی تھے، یوں ہی حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں ہی نبی ایک زمانے میں تھے، حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہما السلام دونوں ایک زمانے میں تھے، یوں ہی حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام دونوں ایک زمانے میں نبی تھے۔ اس پر وہ شخص بولا کہ یہ تو آپ کو ثابت کرنا چاہیئے اس لئے آپ مدعی ہیں اور میں منکر نبوت۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کوئی میں دعویٰ کی حیثیت سے پیش نہیں کرتا ہوں بلکہ آپ کی دلیل پر اعتراض کر رہا ہوں کہ آپ کی دلیل مکمل نہیں ہے۔ دعوے کے دو جزو ہیں اور دلیل ایک ہی جز پر قائم کی ہے۔ جب تک دونوں جزؤں پر دلیل نہ پیش کی جائے گی آپ کا دعوی مدلل نہ ہوگا۔ تو اس تقریر سے اس نے سمجھا کہ جس طرح میرے پاس اس دعوی کی دلیل نہیں یوں ہی مولانا کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں ہوگی یہ خیال کر کے اس نے کہا کہ اگر اس کا ثبوت آپ دے دیں کہ وہ نبی تھے تو میں ابھی ہار مان لیتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ میرا یہ مناظرہ کرنا ہار جیت سے بالاتر ہے، ہاں اس کا اقرار کیجئے

کہ ابھی توبہ کرلوں گا تو اگرچہ مجھے اس کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں مگر آپ کو راہ راست پر لانے کے لئے ضرور پیش کردوں گا۔ چونکہ قادیانی اصحاب خاصے لفاظ ولستان ہوتے ہیں دعوے آسمان سے زیادہ بلند کرتے ہیں اور دلیل زمین کی تہ میں اسی طرح دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرکے یہی سمجھ لیتے ہیں کہ محض چرب زبانی کررہے ہیں اس نے اقرار کرلیا کہ اگر مستند کتاب سے ان لوگوں کے نبی ہونے کا ثبوت دیجئے تو میں ابھی آپ کے ہاتھ پر توبہ کرلیتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا حاضرین آپ غور سے سنیں، گزشتہ واقعات یا تو تاریخی روایت سے ثابت ہوتے ہیں یا حدیث کی شہادت سے یا قرآنی آیات سے، میں اس پُر زور دعوی کے لئے تاریخ یا حدیث کو نہیں پیش کروں گا بلکہ وہ خداوندی شہادت پیش کرتا ہوں جس کے بعد کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے 'اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون '، دیکھئے خداوند عالم خود ان کی نبوت ورسالت کی گواہی دیتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ جب ہم نے ان کی طرف دو شخصوں کو رسول بنا کر بھیجا تو لوگوں نے انہیں جھٹلایا تو ہم نے ان کو قوت دی تیسرے کے ساتھ، پس ان لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم تم لوگوں کی طرف رسول بنائے گئے ہیں۔ اس آیہ کریمہ کا سننا تھا وہ قادیانی ہکا بکا رہ گیا اور تمام حاضرین نے فرط مسرت سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا اس لئے کہ اس مقرر کے اس زبردست دعوی سے حاضرین بھی یہی سمجھے تھے کہ واقعی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے ورنہ ہرگز ایسا دعوی نہ کر بیٹھتا۔ جب مجمع نے اتنا واضح استدلال سنا تو حد سے زیادہ مسرور ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرنے پر مجبور ہوگئے۔ وہ قادیانی تو ختم اللہ کا مصداق تھا ادھر اُدھر بغل جھانکنے لگا مگر جن تین شخصوں کو اس نے پھانسا تھا وہ آگے بڑھے اور انہوں نے صدق دل سے توبہ کیا اور تمام حاضرین نے قادیانی مبلغ پر نفریں کی۔

ردّ وہابیہ:

وہابیوں سے تو مناظرے کا بارہا اتفاق ہوا مگر ان میں زبردست مناظرہ وہ تھا جو ۱۳۲۶ھ میں ضلع گڑ گاؤں میں ہوا۔ اس مناظرے میں اہلسنت کی طرف سے جناب والا مدظلہٗ کے علاوہ

جناب مولانا مولوی شاہ رکن الدین صاحب الوری، جناب مولانا شاہ ارشاد علی صاحب الوری، جناب مولانا مولوی صوفی احمد حسین خاں صاحب رام پوری ثم الاجمیری تھے۔ اس مناظرے کی مفصل روداد رسالہ شکست سفاہت ۱۳۲۶ھ میں طبع ہو چکی ہے اسی مناسبت سے جناب مولانا مولوی حسن رضا خاں صاحب حسنؔ مرحوم مغفور نے اس کا تاریخی نام ببکی نجدیہ کا چپ مناظرہ ۱۳۲۶ھ رکھا تھا۔

اس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں جب آپ کا قیام شملہ میں تھا تو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری دربھنگی سے تحریری مناظرہ ہوا جس کی تفصیل مع نقل خطوط فریقین رسالہ التحقیق المبین لکلمات التوهين میں ہے۔ پھر ۱۳۳۴ھ میں مولوی ولی اللہ مارواڑی سے مناظرہ کے لئے آپ کلکتہ تشریف لے گئے جس کا مفصل حال رسالہ گنجینۂ مناظرہ ۱۳۳۴ھ میں چھپ چکا ہے۔

ردِّ غیر مقلدین:

غیر مقلدین سے مناظرے کا اتفاق تو بزمانہ قیام بریلی شریف نہیں ہوا۔ لیکن جب آپ سہسرام میں مدرس اول تھے تو چند ہوس ضلع پٹنہ میں غیر مقلدین نے بہت اودھم مچا رکھی تھی اور مناظرہ کے لئے گاہ بے گاہ طبل جنگ بجایا کرتے تھے۔ آخر ایک دن حنفیوں نے بھی ٹھان لیا کہ بغیر ایک فیصلہ کن مناظرے کے آئے دن کے قضیے طے نہ ہو سکیں گے۔ غیر مقلدین نے بہت اہتمام کیا اور اپنے دس بارہ قاصدوں کو مناظرے کے لئے بلایا جن کے سرگروہ جناب مولوی عبدالنور صاحب دربھنگی مدرس الحدیث کولوٹولہ (کلکتہ) تھے۔ اس مناظرے میں مولوی عبداللہ صاحب مشہور تاجر مددگار اہل حدیث بھی شرکت کے لئے بایں پیرانہ سالی کلکتہ سے شد رحال کر کے آئے تھے۔ اس موقع پر تین دن تک صبح و شام مناظرہ ہوتا رہا، آخر چوتھے دن مولوی عبدالنور صاحب شکست فاش کھا کر جلسہ سے اُٹھ آئے۔ ختم مناظرہ کے بعد اور مولوی عبدالنور صاحب کے چلے جانے کے بعد جناب مولانا مولوی عبدالواحد خاں صاحب رامپوری مہتمم و بانی مدرسۂ فیض رسول بہار شریف بھی

مناظرہ میں شرکت کے لئے کلکتہ سے تشریف لے آئے تھے لیکن وہ گاڑی چھوٹ جانے کی وجہ سے وقت پر نہ پہنچ سکے۔

اس کے بعد بزمانہ قیام بانکی پور ۱۳۴۲ھ میں غیر مقلدین نے مالدا (بنگال) میں شور مچایا اور ھل من مبارز کا نعرہ بلند کیا۔ مولوی ہدایت اللہ صاحب حنفی ایک مناظر کی طلب میں دیو بند گئے وہاں سے کوئی صاحب نہ آسکے تو انہوں نے جناب مولوی محمد سہول صاحب پرنسپل مدرسۂ شمس الہدیٰ پٹنہ کو خط لکھا کہ آپ جائیے اور غیر مقلدین سے مناظرہ کیجیے مگر وہ بھی کثرت کارہائے متعلقہ کی وجہ سے نہ جاسکے۔ آخر مولوی ہدایت اللہ صاحب قریب نو بجے شب کے حضرت مولانا کے پاس آئے اور تمام واقعات من وعن بیان کئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کب جانا ہوگا، مولوی ہدایت اللہ صاحب نے فرمایا کہ آج ہی شب کے تین بجے گاڑی سے روانہ ہو جائیں تو وقت پر پہنچ سکتے ہیں۔ عجب اتفاق کہ اس مناظرے میں بھی غیر مقلدین کے سرگروہ مولوی عبدالنور صاحب تھے اور ان کے نائب مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی۔ مولوی عبدالنور صاحب کو چنڈ ہوس کا مناظرہ یاد آگیا اور وہاں کی کھلی شکست پیش نظر ہوگئی، یہ حالت دیکھ کر مولوی ابوالقاسم صاحب کی بھی ہمت نہ پڑی اور اپنے ہی جلسے میں تقریر کر کے دوسرے ہی دن روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد جناب مولانا بھی اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید بنا کر واپس تشریف لائے۔ اس سفر میں آپ کے ہمرکاب آپ کے شاگرد مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی تھے۔

بنگال ہی کے ایک اور مناظرے کا حال حضرت الاستاذ سے معلوم ہوا۔ ۱۴ر شوال روز جمعہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۸ر مئی ۱۹۲۵ء کو مولوی حبیب الرحمٰن صاحب منیجر رسالہ شریعت کلکتہ آپ کے پاس تشریف لائے اور بیان کیا کہ جے پور ہاٹ ضلع بوگرا میں غیر مقلدوں نے بہت ہی سر اٹھایا ہے اور برابر اہلسنت و جماعت کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مناظرے کا اعلان کرتے ہیں۔ آپ کا تشریف لے جانا بہت ضروری ہے۔ دوسرے دن ۱۰ر شوال روز شنبہ کو جے پور ہاٹ روانہ ہو گئے یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کوئی صاحب ابوالسعادات سیف الاسلام نامی مناظر ہیں۔ یہ اپنے کو بہت

ہی بڑا عربی داں جانتے تھے اور عربی تقریر وتحریر کا ماہر خیال کیے ہوئے تھے۔ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص میرے مقابل عربی میں خط وکتابت کر ہی نہیں سکتا، اسی خیال سے آپ نے ایک تحریر عربی میں بھیجی اور لوگوں سے کہا کہ مجال نہیں کہ احناف عربی میں جواب دیں آخر اسی کوس لمن الملك الیوم میں تھے کہ اس طرف سے فوری جواب عربی میں بھیجا گیا اور اس کے ساتھ ان کی عربی دانی کی قلعی بھی کھولی گئی تھی، اس کی غلطیوں کو بھی شمار کر کے لکھ دیا گیا تھا، اس تحریر کو دیکھ کر وہ مبہوت ہو گئے مگر دوسری تحریر بھی عربی ہی میں بھیجی اس کا بھی جواب عربی ہی میں دیا گیا۔ غرض اسی طرح آٹھ دس تحریرات فریقین میں آئیں گئیں۔ یہ سب تحریرات بعینہٖ موجود ہیں۔ ادھر سے برابر لکھا گیا کہ تحریر میں وقت ضائع نہ کیجئے شرائط مناظرہ اور اس کے متعلق تمام باتیں جلسے میں طے ہو جائیں گی، جلسہ گاہ میں تشریف لایئے اور اگر عربی دانی کا اب بھی غرہ ہے تو تحریر کا لطف دیکھ چکے عربی تقریر کا بھی کچھ مزہ چکھ لیجئے۔ جو کچھ فریقین کو کہنا ہو عربی میں کہیں پھر مترجم اس کو بنگلہ میں ترجمہ کر کے سمجھا دیگا۔ اس تحریر کا جانا تھا کہ پریشان ہو گئے اور مظہر العجائب کی شان کا جلوہ اس طرح ظاہر ہوا کہ مناظر مع مناظرہ غائب۔ ۲ بجے کا وقت جے پورہاٹ میں مناظرے کا مقرر تھا، حنفی حضرات ایک ہی بجے وہاں پہنچ گئے غیر مقلدین کی مختلف ٹکڑیاں جلسہ گاہ میں پہنچ گئی تھیں مگر مناظر صاحب کا پتہ نہیں۔ لوگوں نے جب کہا کہ ۲ بج گئے مگر اب تک وہ لوگ نہیں آئے، مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں کے یہاں تعین ناجائز ہے اس لئے وقت کے بعد شام ہوتے ہوتے آجائیں گے، لیکن آنا ہوتا تو پہلے ہی نہ آجاتے، آخر شام تک ان کا انتظار کیا گیا جب مناظر صاحب نہیں آئے تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعد عصر وعظ کا اعلان کیا جائے، چنانچہ عصر کے بعد آپ نے وعظ فرمانا شروع کیا، نماز مغرب کے لئے جلسہ ملتوی کیا گیا، پھر بعد نماز مغرب آپ نے تقریر شروع کی، قریب نو بجے تک سلسلۂ وعظ جاری رہا، اس جلسے میں آپ نے تقلید، آمین، رفع یدین سارے مسئلوں پر اچھی طرح روشنی ڈالی اور عقلی ونقلی دلائل سے اس درجہ مدلل اور مبرہن فرمایا اور اس درجہ دل نشیں پیرایہ میں سمجھایا کہ غیر مقلدین اصحاب نے اپنی آزادروی سے توبہ کیا اور اعلان کیا کہ واقعی بغیر تقلید کے چارہ نہیں۔ اس کے بعد کئی حضرات داخل

سلسلۂ قادریہ رضویہ ہوئے والحمدللہ علی ذلک۔ مولانا روح الامین صاحب، خلیفہ صوفی ابوبکر صاحب جن کی کوشش وتحریک سے یہ مناظرہ ہوا تھا اور جناب مولانا تشریف لے گئے تھے حد سے زیادہ مسرور ہوئے اور فرط مسرت سے فرماتے تھے کہ مولانا نے اپنے حنفیوں کی عزت رکھ لی بلکہ حنفیت کے بار آور درخت کو از سرنو اس طرف ایسا مضبوط کر دیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ باد مخالف کے جھونکوں کا اب اس پر اثر نہیں ہو سکتا۔

یہ تو وہ مناظرے ہیں جن کو لوگ مناظرہ سمجھتے ہیں ورنہ درحقیقت مخالفین سے ساری باتیں آپ کی مناظرے کے انداز ہی کی ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا کی ایک خاص خصوصیت جسے میں دیگر علما میں کم پاتا ہوں کہ آپ فریق کا اس طرح رد فرماتے ہیں کہ بادی النظر میں وہ رد نہیں سمجھتا بلکہ اس کو تائید خیال کرتا ہے اور بات اس درجہ مدلل ہوتی ہے کہ سوائے تسلیم وسکوت کے اس کو چارہ نہیں۔ جس طرح بلاغت میں ایک صفت الذم بما یشبه المدح ہے اسی طرح مناظرے میں آپ کی جدت الردُّ نما یشبه التائید ہے۔ اس جگہ اگر میں چند واقعات نقل کروں تو لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس طرح بعض مسائل پر روشنی بھی پڑے گی اور اقول و باللہ التوفیق۔

۱۔ حضرت الاستاذ جس زمانے میں شملہ میں تھے وہاں لاہور کے رہنے والے ایک حکیم چراغ الدین صاحب اہلحدیث تھے۔ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آیا کرتے تھے اس لئے حضرت مولانا سے مراسم ہو گئے تھے۔ ایک دن مسجد کے قریب ہی کسی بزرگ کا عرس تھا اتفاق وقت کہ حکیم صاحب بھی اس طرف کسی ضرورت سے گئے ہوئے تھے دیکھا کہ لوگ چادر لئے ہوئے مزار پر جارہے ہیں، حکیم صاحب سے نہ رہا گیا اور مجمع پر ٹوٹ پڑے اور بولے شرک شرک یہ کیا تم لوگ شرک کر رہے ہو، بہت دیر تک لوگوں سے جھگڑا اور تکرار کرتے رہے آخر میں انہوں نے کہا کہ چلئے مولانا ظفرالدین صاحب کے پاس، وہ لوگ بھی راضی ہو گئے۔ حکیم صاحب اس مجمع کے ساتھ پہنچے اور بولے کہ مولانا افسوس کی بات ہے کہ آپ جیسا عالم وفاضل یہاں موجود ہو اور پھر لوگ شرک میں

گرفتار ہوں، یہ لوگ ایک قبر پر چادر چڑھانے جارہے تھے ان کو میں آپ کے پاس لے آیا ہوں۔
حضرت مولانا ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کیوں بھائیو تم لوگ کیوں شرک کرتے ہو؟ تم لوگ پختہ عمر کے ہوگئے ہو لیکن اب تک تمہیں یہ نہیں معلوم کہ چادر اللہ کی قبر کے سوا کسی کی قبر پر چڑھانا جائز نہیں، یہ شرک ہے۔ حکیم صاحب پہلے جملوں کو سن کر تو بہت خوش ہوئے مگر جب شرک کی دلیل میں یہ بتایا گیا کہ اللہ کی قبر پر چادر چڑھانی چاہئے اوروں کے لئے یہ شرک ہے، یہ سن کر حکیم صاحب ہکا بکا سے ہوگئے اور بولے کہ مولانا یہ اللہ کی قبر کیسی اور اس پر چادر چڑھانا کیا معنیٰ۔ فرمایا آخر چادر چڑھانا شرک کیسے ہوگا جب تک یہ اللہ کے لئے مخصوص نہ ہو۔ تقویۃ الایمان میں یہی لکھا ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا ہے وہ کسی اور کے لئے کرنا شرک ہے تو جب تک قبر پر چادر چڑھانا اللہ کے لئے خاص نہ ہوگا تو دوسرے کے لئے شرک کیوں کر ہوگا۔

۲۔ شملہ کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ وہاں ایک صاحب مولوی عمر الدین نامی علمائے دیوبند کے ہم خیال تھے، پہلے تو مولانا سے تپاک سے ملتے تھے جب معلوم ہوا کہ یہ مستفیدین بارگاہ رضوی سے ہیں تو مخالف ہوگئے اور لوگوں میں مولانا کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانی انہوں نے اپنا شعار بنالیا، یہاں تک کہ لوگوں میں یہ مشہور کیا کہ مولانا ظفر الدین صاحب نے مولوی رشید احمد صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ کہہ کر ان کے معتقدوں کو مولانا کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ ایک دن اس کی تصدیق کرانے کے لئے چند معززین کو لے کر پہنچے، مولانا سے مصافحہ کر کے سب لوگ بیٹھے تو حضرت مولانا نے حسب عادت سب لوگوں کی مزاج پرسی فرمائی اور اس کے بعد دریافت کیا کہ آپ حضرات نے کیسے تکلیف فرمائی؟ مولوی عمر الدین صاحب بولے کہ کیا آپ نے مولانا رشید احمد صاحب کے کفر کا فتوئی دیا ہے؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔ بولے آپ کے پیرو مرشد مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فتویٰ دیا ہے، حضرت نے فرمایا جی ہاں پوچھا اس فتویٰ کو آپ صحیح جانتے ہیں، مولانا نے فرمایا مہربان من صحیح جاننے کو ایک میں ہی کیا صحیح جانتا ہوں، اس فتوئی کو علمائے عرب صحیح جانتے ہیں، علمائے عجم صحیح جانتے ہیں، عمر بھر مولوی رشید احمد صاحب صحیح جانتے

رہے، مولوی اشرف علی صاحب صحیح جانتے ہیں، مولوی خلیل احمد صاحب صحیح جانتے ہیں، علمائے دیوبند صحیح جانتے ہیں، بولے کیا یہ لوگ اس فتوی کو صحیح جانتے ہیں، مولانا نے فرمایا یہ تو کھلی ہوئی بات ہے، آپ لوگ مولوی اشرف علی صاحب کے علم سے واقف ہیں، عورتوں کے لئے گیارہ جلدوں میں بہشتی زیور لکھ دی، جس کی کسی کتاب میں غلطی معلوم ہوئی فوراً اس کی اصلاح لکھی، آپ خود خیال کریں کہ اگر اس فتوی میں ذرہ بھر غلطی ہوتی تو بیس رد اس کا وہ کر چکے ہوتے۔ آپ غور کیجئے کہ مدرسۂ دیوبند کتنا بڑا مدرسہ ہے، کتنے طلبہ ہر سال فارغ التحصیل ہوکر نکلتے ہیں، اگر اس فتوی میں کچھ بھی غلطی ہوتی تو ان فضلا کو منجملہ اور نصیحتوں کے ایک نصیحت ضرور کی ہوتی کہ دنیا میں کوئی کام کرو یا نہ کرو مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اس فتوی کا رد ضرور کرنا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ آج تک اس کا کسی نے کہیں سے کوئی رد نہیں کیا۔ بولے ہاں رد تو کسی نے نہیں کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ بس آپ خود سمجھ جائیے کہ اس میں کیا راز ہے۔ آخر مہر سکوت بر زبان کی کوئی وجہ ہے نا۔ یہ سن کر وہ لوگ مولوی عمر الدین صاحب کو کہنے لگے کہ مولانا نے ٹھیک فرمایا، اگر فتوی غلط ہے تو علمائے دیوبند رد کیوں نہیں کرتے۔ حضرت مولانا کے اس جواب میں خاص لطف ہے کہ اگر اس کا جواب واقعہ کے مطابق یہ دیتے ہیں کہ کسی نے اس کا رد نہیں کیا تو الزام ظاہر ہے کہ آخر کوئی وجہ ہی تو ہے جس کی وجہ سے خاموشی ہے اور اگر بات بالا رکھنے کو خلاف واقعہ کہتے ہیں کہ ہاں اس کا کسی نے رد کیا ہے یا اس کا رد ہو چکا ہے تو جھگڑا ختم۔ اعلیٰحضرت نے فتوی دیا اُدھر سے اس کا رد ہو گیا۔ عوض معوض گلہ ندارد پھر اب شکوہ کیا معنی اور شکایت کیسی۔

۳۔ شملہ بھی تو عجیب جگہ ہے، وہاں ہر طبقے کے لوگ ہر خیال کے انسان ہیں جیسے دنیوی اعتبار سے مختلف حیثیت کے اشخاص ہیں یوں ہی دینی حیثیت سے بھی ہر مسلک کے لوگ ہیں۔ آپ کے یہاں اہلسنت و جماعت کے علاوہ جس طرح غیر مقلدین وغیرہ آتے جاتے تھے اسی طرح بعض شیعہ صاحبان بھی آیا کرتے تھے اور کبھی کبھی مذہبی باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ حضرات اہلسنت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ آپ کی محبت اور شفقت اور مولائے کائنات کی تعریف و مدحت آپ کی

زبان سے بکرات ومرات سن کرایک دن جرأت کر کے بولے جناب مولانا آپ کسی اور مسئلے میں ہمارے ساتھ ہوں یا نہ ہوں مگر باغ فدک کے مسئلے میں تو غالباً آپ ہم لوگوں کے ہم خیال ہوں گے کہ ابوبکر صاحب سے اس بارے میں غلطی ہوئی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ واقعی حضرت صدیق اکبرؓ سے اس بارے میں غلطی ہوئی اور اسی غلطی کا نتیجہ ہے کہ آج تک شیعہ اور سنی میں اس بارے میں اختلاف چلا آرہا ہے ورنہ سرے سے یہ قصہ ہوتا ہی نہیں۔ اتنا سننا تھا کہ بہت خوش ہوئے اور مسرت کے آثاران کے چہرے سے نمایاں ہونے لگے اور سمجھے کہ اس مسئلہ میں تو مولانا بالکل ہمارے ہم خیال ہیں۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا مگر اس کا باعث حضرت ابوبکر صدیقؓ کی غایت دیانت داری وامانت داری اور ورع وتقویٰ تھا ورنہ اگر ذرہ بھر ان میں دنیاداری ہوتی تو سارا باغ فدک باستغراق دَین مہر حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہرات کو دے دیتے اور حضرت فاطمہؓ سے صاف فرما دیتے کہ بیٹی تم کو مسئلہ معلوم ہے، اول دَین بعدہٗ ترکہ، پہلے تمام ازواج مطہرات کا دَین ادا کرو پھر ترکے کا مطالبہ کرنا۔ پوری تقریر سن کر وہ شیعہ صاحب سخت بھونچال میں آئے کہ یہ کیا ہوا کہ میں کچھ اور ہی سمجھا تھا نتیجہ اور ہی نکلا۔ بولے اس وقت دَین مہر تو زیادہ ہوتا نہیں تھا کیا حضرت عائشہ وغیرہ کا مہر اس زمانے کی عورتوں کی طرح ۴۱ ہزار، ۵۱ ہزار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ کھجور کا باغ کیا کشمیر کے زعفران کی کاشت تھی یا شملہ کی قیمتی زمین؟ مہر بھی کم ہی ہوتا تھا اور زمین کی قیمت بھی کم ہی تھی۔ اس کو سن کر وہ صاحب خاموش ہوگئے۔

۴۔ چوتھا واقعہ بھی شملہ ہی کا ہے ایک قادیانی صاحب پہنچے اور باتوں بات میں انہوں نے وفات حضرت مسیحؑ پر بہت زور دیا اور کہا کیوں مولانا اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ تو موٹی سی بات ہے اگر حضرت مسیحؑ کی وفات نہ ہوئی ہوتی تو مرزا جی نبی کیسے بنتے، جس طرح بادشاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال، بعد کے لوگوں کی سلطنت وملوکیت کو مستلزم ہے یوں ہی حضرت مسیحؑ کی وفات مرزا جی کی نبوت کو۔ قادیانی صاحب بولے یہ کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا آپ لوگوں کا دعویٰ مرزا جی کی نبوت کا ہے اس کو ثابت کرنا چاہیئے نہ کہ وفات مسیحؑ کے پیچھے پڑنا۔ اگر بالفرض تسلیم بھی

کرلیں کہ حضرت مسیح کی وفات ہوگئی تو اس سے مرزا جی کی نبوت کیسے ثابت ہوگی؟ کیا اس بات کے ثابت ہونے سے کہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال ہوگیا آپ ہندوستان کے بادشاہ ہو جائیں گے۔اس کو سن کر بولے اچھا پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔

۵۔ جس زمانے میں آپ کا قیام سہسرام میں تھا آپ نے دیکھا کہ خانقاہ کی مسجد بھی عام مساجد کی طرح ہورہی ہے۔حضرت نے عام لوگوں کو اپنے مواعظ حسنہ سے اور مدرسہ کے طلبہ پر زور دے کر مسجد کو آباد کیا اور پانچوں وقت کی نماز بڑی جماعت سے ادا ہونے لگی۔ جناب سجادہ نشیں صاحب کی برادری کے بعض صاحبان قصبہ رجہت (ضلع گیا) اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ کسی زمانے میں بعض اختلافی مسائل مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر ہنگامہ کھڑا ہوا تھا اس لئے عرصہ سے وہ لوگ مسجد میں نہیں آیا کرتے، جب سہسرام پہنچتے ہیں گھر ہی پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔حضرت مولانا نے ان کو بھی توجہ دلائی تو یہ قصہ معلوم ہوا کہ آمین بالجہر کی بدولت یہ لوگ مسجد کی حاضری سے محروم ہیں۔ جناب مولانا نے فرمایا کہ جماعت واجب ہے اور آمین بالجہر مستحب یا بہت سے بہت سنت۔کون عقلمند ہوگا کہ ایک مستحب یا سنت کے لئے واجب ترک کرنا پسند کرے گا۔اگر حنفی لوگ اس کو پسند نہیں کرتے کہ ہماری مسجد میں اختلافی صورت پیدا کی جائے اور جھگڑے کی بنیاد رکھی جائے تو جماعت چھوڑنے سے اس کو ترک کرنا حد درجہ آسان ہے۔ترک واجب پر ترک مستحب کو ترجیح دینا ہر عقل والا پسند کریگا۔یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی اور وہ لوگ بھی شریک ہونے لگے جماعت اور بڑی ہونے لگی مگر مثل مشہور ہے کہ منہ لگی کب چھوٹتی ہے۔ایک دن ایک صاحب نے بآواز بلند آمین ڈانٹ ہی دیا۔حضرت مولانا سلام کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔وہ بولے یہ تو ہمارا مذہب ہے۔ یہ سنکر مولانا دعا کے لئے قبلہ رو ہو گے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے:

یاالٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے ۔۔۔ یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

مشکلیں حل کر شہہِ مشکل کشا کے واسطے ۔۔۔ کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

بے چارے، یارسول اللہ شہہِ مشکل کشا سن کر سخت مشکل میں پھنسے شہید کربلا سن کر بہت

ہی کرب و بلا میں مبتلا ہوئے۔ دعا کے بعد دریافت کیا کہ مولانا یہ دعا کیسی؟ حضرت نے فرمایا اپنا مذہب ہے بھائی۔ تمہارا مذہب نماز میں بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑتا ہر وقت تم پر سوار رہتا ہے ہمارا مذہب اگر نماز کے بعد ہمارے پاس آیا تو آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔ آخر تمام نمازیوں نے ان کو بہت ملامت کی کہ تم اپنی حرکت سے جماعت توڑنی چاہتے ہو، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالتے ہو یہ کون سی عقل کی بات ہے کہ ایک مستحب کے لئے واجب ترک کریں۔

۶۔ سہسرام ہی میں ایک صاحب نے جو علمائے دیوبند کے ہم خیال تھے پوچھا کہ مولانا آپ دیوبندیوں کو کیسا جانتے ہیں، فرمایا جیسا دیوبندی ہمیں جانتے ہیں، اس لئے کہ اتفاق واختلاف دو شخصوں کے درمیان ہوتا ہے، یہ ناممکن ہے کہ عقیدہ یا عمل میں ان کو مجھ سے اتفاق ہو اور مجھ کو ان سے اختلاف ہو۔ بولے سنا ہے کہ آپ لوگ ان کو کافر کہتے ہیں، مولانا نے فرمایا کہ ہم نے ان کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ وہ ہم کو مشرک لکھتے ہیں۔

۷۔ اُسی زمانے میں آپ اپنے وطن میجرا رسول پور تشریف لئے جارہے تھے کہ کسی ضرورت سے بہار شریف ریلوے اسٹیشن پر اترنا ہوا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ بریلی شریف کے متوسلین سے ہیں، آدمی بہت کھرے تھے بولے میں نے سنا ہے کہ خاں صاحب قبر پرستی کی بدعت میں مبتلا ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ قبر پرستی کی بدعت میں تو کوئی مبتلا ہو ہی نہیں سکتا، انہوں نے کہا میں نے سنا ہے، فرمایا محال بات سن کر تصدیق کرنا کیا معنی، بولے محال کیوں ہے، فرمایا جو شخص قبر کو پوجے مشرک ہے اسے بدعتی نہیں کہتے اور اگر صرف بدعتی ہیں تو غیر خدا کو نہ پوجتے ہوں گے، اس پر وہ بہت خفیف ہوئے اور بولے کہ شیخ سدو کا بکرا شیخ مدار کا مرغا جائز جانتے ہیں، فرمایا زید کی گائے عمر کی بکری خالد کی مرغی جائز ہے اور شیخ سدو کا بکرا مدار کا مرغا ناجائز یا سب لوگوں کی گائیں، بیل، بکریاں، مرغے، مرغیاں سب ناجائز ہیں۔ بولے یہ اضافت ملک کی ہے فرمایا اضافت تو ہے اس کے علاوہ ملک ہی میں اضافت منحصر نہیں۔ بولے وہاں ما اھلّ بہ لغیر اللہ ہے، فرمایا غیر خدا کا نام لگ جانا مطلقاً باعث حرمت ہے تو زید، عمر

خالد کیا عین خدا ہیں کہ ان کی گائیں بکریاں مرغے نام لگنے پر بھی جائز رہیں گے اور شیخ سدو اور شاہ مدار کا نام لگنے سے حرام، اور اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے تو اس میں شیخ سدو اور شاہ مدار کی خصوصیت نہیں، آپ کے ہی نام پر اگر کوئی شخص جانور ذبح کرے تو قطعاً حرام ہوگا۔

۸۔ آپ موضع استھانوان میں اپنے عزیزوں کے پاس قیام فرماتے وہاں کے رئیس جناب حافظ شرف الدین صاحب کے یہاں ایک مولوی صاحب آئے ہوئے تھے۔ آپ حافظ صاحب کی ملاقات کو تشریف لے گئے تو انہوں نے مولوی صاحب سے آپ کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ آپ میرے عزیز ہیں اس پر مولوی صاحب بہت تپاک سے ملے باتوں بات میں جب معلوم ہوا کہ آپ فاضل بریلوی کے شاگرد ہیں تو پوچھا کہ کیا آپ ان کے صرف شاگرد ہی ہیں یا عقیدے میں بھی ان کے موافق ہیں؟ حضرت مولانا نے فرمایا کہ کامل موافقت ۱۶/ میں ۱۶/ کہی جاتی ہے اور میں اعلیٰحضرت کا موافق ۳۲ آنہ ہوں، ۱۶/اس لئے کہ میں ان کا شاگرد ہوں اور ۱۶/اس وجہ سے کہ میں ان کا مرید ہوں۔ بولے وہ تو سب لوگوں کو کافر کہتے ہیں، حضرت مولانا نے فرمایا آپ کے کفر کا فتویٰ آ گیا یا ابھی تک نہیں پہنچا ہے، بولے واہ مجھے کیوں کافر کہنے لگے۔ مولانا نے فرمایا جزاک اللہ، معلوم ہوا کہ وہ بغیر کیوں یعنی علت کے کافر نہیں کہتے ورنہ سب میں تو آپ بھی داخل ہیں۔ بولے ہم کیا انہوں نے تو ہمارے بڑوں کو کافر کہا ہے۔ فرمایا کہ آپ نے اپنے بڑوں کے اقوال بھی دیکھے یا نہیں، بولے نہیں، فرمایا آپ ان کو دیکھئے اور انصاف کیجئے کہ کیا کوئی آپ کو کہے تو آپ برداشت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر آپ لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ اس کے بعد مولانا نے حفظ الایمان کی عبارت پڑھی۔ سب لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہا معاذ اللہ یہ تو سرور کائنات کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

۹۔ اسی زمانے میں جہان آباد ضلع گیا کے ایک مختار صاحب بسرام پہنچے، نان کو آپریشن کا اس زمانے میں بہت زور تھا جو شخص اس کے خلاف بولتا طرح طرح سے بدنام کیا جاتا اور لوگ اس کو ہر طرف ہدف ملامت بناتے۔ ہر جگہ یہی چرچا تھا، ہر زبان پر یہی تذکرہ۔ بریلی شریف سے اس ہندو

مسلم اتحاد کے خلاف اور ان لوگوں کے خلاف شرعی کاموں کے متعلق کئی اشتہار نکل چکے تھے۔
حضرت مولانا اپنے عزیز، جناب ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب ساکن موضع ارکی (ضلع گیا) کی
ملاقات کو پہنچے دیکھا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ مختار صاحب سے ہی بات چیت کرنے لگے۔ مختار
صاحب ذرا زیادہ جوشیلے تھے، کانگریس کے مخالفوں سے بہت ہی کبیدہ رہتے۔ کہنے لگے مسلمانوں
میں ایک بریلوی خبطی ہے کہ کانگریس کے خلاف سخت سخت تحریریں لکھا کرتا ہے، ایک مہاتما جی کو
دیکھئے کہ کس قدر نرم اور خلیق ہیں کہ مخالفین کو بھی برا نہیں کہتے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ کیا آپ بھی
انہی بریلوی صاحب کے شاگرد یا مرید ہیں۔ بہت ہی استنکاف کے ساتھ فرمایا کہ میں کیوں ہونے
لگا۔ مولانا نے فرمایا میں نے اس لئے کہا کہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ بھی انہی بریلوی صاحب کی طرح
بہت سخت ہیں۔ گاندھی جی جیسی آپ میں نرمی نہیں، بقول آپ، کے وہ مخالفین کو بھی برا نہیں کہتے، اور
آپ ہیں کہ ایک ہم مذہب بزرگ کو جو عمر میں آپ سے بڑے، عزت و وقار میں اونچے، ایک
زبردست عالم و فاضل کو محض سیاسی اختلاف کی وجہ سے اس قدر سخت وست کہہ رہے ہیں، اسی لئے
میں نے اندازہ کیا کہ آپ بھی انہی بریلوی صاحب کے رنگ میں ہیں۔ اس جواب کو سن کر کچھ سمجھے
اور بولے کہ جناب نے کہاں تعلیم پائی ہے، مولانا نے اِدھر اُدھر کی باتیں کیں مگر اس کا جواب نہ دیا،
مگر تھوڑی دیر بعد پھر انہوں نے پوچھا، پھر مولانا ٹال گئے، اسی طرح انہوں نے تیسری مرتبہ
دریافت کیا جب بھی آپ نے جواب نہیں دیا اور آپ دوسری باتیں کرتے رہے۔ پھر آپ ڈاکٹر
صاحب سے ملاقات کر کے واپس آ گئے۔ مولانا کے تشریف لے آنے کے بعد مختار صاحب نے
ڈاکٹر صاحب سے مولانا کی تعریف پوچھی، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا یہ ہمارے رشتہ دار ہیں، جناب
مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے شاگرد رشید اور مرید ہیں، یہاں خانقاہ میں مدرس اول ہیں۔
یہ سن کر مختار صاحب دل ہی دل میں بہت پشیمان ہوئے اور مولانا کی متانت سے متعجب ہوئے اور
سمجھا کہ اب مولانا نہیں آئیں گے مگر اس سے زیادہ تعجب اس وقت ہوا جب دیکھا کہ مولانا دوسرے
دن پھر پہنچے اور ان سے اسی طرح اخلاق سے ملے اور فرمایا کہ کل تو ڈاکٹر صاحب سے ملنے آیا تھا اور

آپ سے ملاقات ہوگئی تھی، آج خاص کر آپ ہی سے ملاقات کی غرض سے آیا ہوں۔ مختار صاحب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور بہت ہی لجاجت سے معافی مانگی اور کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب کے شاگرد اور مرید ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھے ہوئے تھا اسی لئے آپ نے کئی دفعہ پوچھا کہ آپ نے کہاں تعلیم پائی ہے تو میں نے جواب نہیں دیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ مجھے اعلیٰحضرت کا شاگرد ہونے میں کسی قسم کی ندامت ہے، میں اس پر فخر محسوس کرتا ہوں اور خداوند عالم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر کل میں نے اسی لئے ظاہر نہ کیا کہ آپ لاعلمی میں کیا کچھ کہہ گئے ہیں جب آپ کو معلوم ہوگا کہ میں اعلیٰحضرت کا شاگرد ہوں تو آپ کو ایک قسم کی ندامت ہوگی اور میں نہیں چاہتا کہ اپنے ملنے والے کو نادم کروں، اسی لئے میں برابر ٹالتا گیا۔ اس کے بعد مختار صاحب قریب دو ہفتہ ٹھہرے روزانہ خوب خوب باتیں رہتی تھیں۔ اسی اثنا میں انہوں نے اعلیٰحضرت کی کچھ کتابیں مطالعہ کیں اور اب اعلیٰحضرت کے معتقد اور مداح ہیں۔

۱۰۔ اسی زمانے میں جب، کہ ملک میں نان کوآپریشن (حکومت سے عدم تعاون) کا بہت زور وشور تھا، ایک صاحب جو ہر وقت خلافت اور کانگریس کا راگ الاپتے رہتے تھے اور ہمیشہ ہوم رول (سلف گورنمنٹ) کا وظیفہ پڑھا کرتے تھے مولانا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مولانا آپ نان کوآپریشن میں کیوں حصہ نہیں لیتے، فرمایا اگر ہندوستان کا ایک آدمی بھی اس میں حصہ لے تو میں تیار ہوں ورنہ جب کوئی اس میں حصہ نہیں لیتا تو مجھے کیا پڑی ہے کہ میں ہی نکّو بنوں۔ بولے واہ نان کوآپریشن کا تو بہت زور وشور ہے اور سارے لوگ حصہ لے رہے ہیں۔ فرمایا ایک آدمی کا بھی نام بتا دیجئے جس نے نان کوآپریشن کیا ہو۔ بولے مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی۔ فرمایا گاندھی ینگ انڈیا اخبار کے ذریعہ ریل، تار، ڈاک کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں گورنمنٹ کو دے رہے ہیں، اخبار کے تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ ملازمت سے بہت بڑھ کر ہوتے ہیں، ایسے تعلق والے نان کوآپریٹیو کیسے ہوئے۔ بولے اس کے بغیر تو کام ہی نہیں چل سکتا۔ فرمایا ہر شخص اپنے تعلقات میں یہی عذر رکھتا ہے۔ آج لاکھوں کیا کروروں انسان ایسے ہیں جنہوں نے نہ کوئی اخبار نکالا، نہ کوئی اخبار پڑھا،

نہ کبھی تار دیا، نہ ریل پر چڑھے، کیا وہ انسان نہیں، مسلمان نہیں، ان کے دن کٹے نہیں ان کی دنیا دھری رہی۔ بولے اس میں دقت ہے، فرمایا نوکر نوکری چھوڑنے میں، زمیندار کو مالگزاری بند کرنے میں اس سے بھی زیادہ دقت ہے۔ تعجب ہے کہ جو اپنا گھر خالی کر کے گورنمنٹ کا گھر بھرے وہ تو نان کوآپریٹیو ہے، گورنمنٹ کا دشمن ہے اور جو شخص گورنمنٹ کا گھر خالی کر کے اپنا گھر بھرے، بال بچوں کا پیٹ پالے وہ کوآپریٹیو ہے، گورنمنٹ کا مخلص ہے۔ بولے ان سب چیزوں کا چھوڑنے کا توریزولیشن منظور نہیں ہوا ہے۔ فرمایا واہ آپ کو خبر نہیں ہم نے تو انہیں چیزوں کا چھوڑنا منظور کیا ہے۔ اس پر خفا ہو کر بولے، آپ کو منظور کرنے کا کیا حق ہے؟ فرمایا وہی حق جو آپ کو حاصل ہے۔ میں اسی میں ملک وقوم کا نفع دیکھتا ہوں اور جو شخص سمجھنا چاہے اس کو سمجھانے کو تیار ہوں۔ میری گذارش یہ ہے کہ اگر نان کوآپریشن کے معنی بعض تعلقات کو قطع کرنا ہے تو ہندوستان کا ہر شخص نان کوآپریٹیو ہے اس لئے کہ کوئی بھی ایسا نہیں کہ جتنے تعلقات ہو سکتے ہیں سبھی گورنمنٹ کے ساتھ رکھتا ہو اور اگر اس کے معنی تمام تعلقات کا قطع کرنا ہے تو کوئی شخص نان کوآپریٹیو نہیں اس لئے کہ ہندوستان میں رہ کر ہر قسم کے تعلقات کا گورنمنٹ سے ترک کر دینا ناممکن ہے۔ رہا بعض مخصوص تعلقات کا ترک کرنا اس میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ جن جن چیزوں کا وہ چاہے اپنے لئے تعین کرے، یہ ان لوگوں کی خالص عیاری ہے کہ جو جو تعلقات اپنے ہیں اس کو تو رہنے دیتے ہیں حالانکہ اسی میں ملک کی تباہی و بربادی ہے اور جو تعلقات بیچارے غربا کے ہیں اس کو پاس کر کے ایک ہنگامہ مچاتے ہیں۔

۱۱۔ اسی زمانے میں ایک بڑے جوشیلے سیاسی کارکن صاحب آئے اور اپنے کارنامے گنانے لگے کہ میں قوم کے لئے یہ کر رہا ہوں وہ کر رہا ہوں، جلسے کیا کرتا ہوں، چندہ کیا کرتا ہوں۔ مولانا نے ان کی بہت تعریف کی اور شاباشی دی۔ وہ صاحب بولے مگر لوگ طرح طرح کے مجھ پر اعتراض کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا اعتراض کرتے ہیں؟ بولے یہ کہتے ہیں کہ یہ چندہ کھانے کو کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا عجیب بیوقوف لوگ ہیں کہ یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ صاحب بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے ذرا توقف کے بعد فرمایا اس میں اعتراض کی کیا بات ہے

چندہ تو کھانے کے لئے کیا ہی جاتا ہے۔

۱۲۔ زمانۂ قیام بانکی پور میں ایک صاحب ملاقات کے لئے آئے اور بولے کہ عوام میں کیسی گمراہی پھیلی ہوئی ہے مگر آپ لوگ اس پر کچھ توجہ نہیں کرتے۔ مولانا نے فرمایا کیا؟ بولے یہ کیا واہیات بات ہے کہ لوگ کھانا آگے رکھ کر فاتحہ کرتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ آپ کس بات کے مخالف ہیں، ایصال ثواب کے یا نیاز کی چیزیں آگے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کے؟ بولے کہ میں کھانا آگے رکھ کر فاتحہ کا مخالف ہوں۔ فرمایا مشہور جہتیں چھ ہیں، کھانا آگے رکھ کر فاتحہ کے مخالف ہیں تو کیا جناب کے نزدیک کھانا پیچھے رکھ کر فاتحہ دینا چاہیئے یا دائیں یا بائیں یا سر پر یا پاؤں کے نیچے، بقیہ پانچ جہتیں یہی ہیں آپ کس طرف فاتحہ کی چیزیں رکھنے کو فرماتے ہیں اس لئے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنے کے تو آپ مخالف نہیں۔ بولے آخر آگے رکھنے کی کوئی وجہ؟ فرمایا کہ وجہ تو ظاہر ہے کہ کھانا کھانے کی چیز ہے اور کھانے کی چیز آگے ہی رکھی جاتی ہے۔

۱۳۔ اسی زمانے میں ایک صاحب تشریف لائے اور قبر پر چادر چڑھانے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے بولے، لوگ قبر پر چادر کیوں چڑھاتے ہیں، کیا قبروں کو جاڑا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ جاڑا کیا معلوم ہوتا ہوگا ایسا ہوتا تو صرف موسم سرما میں چادر چڑھائی جاتی۔ علم جمادات کے ماہرین نے تو تحقیق کی ہے کہ جمادات میں صرف خانۂ کعبہ کو گرمی میں بھی سردی معلوم ہوتی ہے اسی لئے ہر موسم میں اس پر غلاف چڑھا رہتا ہے۔ بولے وہاں تو احترام کے لئے ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ وجہ معقول ہوسکتی ہے تو یہ وجہ یہاں بھی نکل سکتی ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا احترام خصوصاً اولیاء اللہ کا تو زندگی میں اور بعد وصال ہر وقت ہے۔ بولے یہ تو خانۂ کعبہ کی برابری ہوئی۔ فرمایا اس میں برابری کی کیا بات ہے، لوگ تلوار کی کاٹھی پر بھی غلاف چڑھاتے ہیں، بکسوں، صندوقچیوں، عطر دانوں، قلمدانوں پر غلاف چڑھاتے ہیں، یہ لوگ قرآن شریف اور وظیفے کی کتابوں پر بھی غلاف چڑھاتے ہیں تو کیا ان سب چیزوں کو جاڑا معلوم ہوتا ہے یا یہ سب چیزیں خانۂ کعبہ کے برابر ہیں۔

۱۴۔ پٹنہ میں انجمن محمدیہ کا جلسہ تھا۔ یہ انجمن آریہ کے خلاف تبلیغ اسلام ورڈ آریہ کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اسلام کے ہر فرقے کے لوگ اس میں اسی غرض سے شریک ہوتے ہیں۔ آپس کے اختلافی مسائل کا اس میں کوئی تذکرہ نہیں ہوتا، اصول انجمن کا تو یہ ہے مگر بعض لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہوتے ہیں بغیر چھیڑ چھاڑ ان کو لطف نہیں آتا۔ ایک صاحب نے جناب مولانا کو دیکھ کر بطور تعریض کہا آج کل تو کفر ٹکے ٹکے ہو گیا ہے۔ مولانا نے ان کی تائید کی اور فرمایا بلکہ اس سے بھی سستا۔ کافر ہونے پر اگر کوئی ٹکا بھی دے تو ایک بات ہے یہاں تو یہ حالت ہے کہ کوئی ٹکا بھی نہیں دیتا مگر یار لوگ کافر ہو رہے ہیں۔ اس بھرپور جواب کو سن کر وہ آپے سے باہر ہو گئے اور تعریض کے بدلے صاف تصریح پر آ گئے۔ بولے مولانا معاف فرمایئے گا یہ تو ظاہر ہے کہ جس قدر علمائے بریلی اور بدایوں نے کافر بنایا ہے کسی نے بھی نہیں بنایا ہوگا۔ مولانا نے فرمایا مہربان علمائے بریلی و بدایوں کافر بناتے نہیں البتہ کافر بتاتے ہیں جو کافر ہوتا ہے اس کو بتایا ضرور کرتے ہیں اور اگر بالفرض یہی سہی کہ کافر بناتے ہیں تو انصاف شرط ہے، ڈیڑھ سو برس تک آپ لوگ ہمیں مشرک بناتے رہے۔ نمازی مسلمان، پنجوقتہ نماز باجماعت کا پابند، مسجد سے نماز پڑھ کر باہر آیا، ہاتھ میں تسبیح ہے قل ھو اللہ کا ختم کر رہا ہے کہ زبان سے نکلا یا علی بے دھڑک مشرک کہہ دیا اتنا بھی خیال نہ کیا کہ علی اللہ کا نام بھی تو ہے یا رسول اللہ یا نبی اللہ کسی نے کہا فوراً مشرک بنا دیا۔

۱۵۔ ایک اہل حدیث صاحب جناب مولانا کی خدمت میں بہت آتے جاتے تھے۔ متفقہ مسائل میں کبھی گفتگو بھی کر لیا کرتے تھے مگر اپنے مسائل نہیں چھیڑتے تھے۔ ایک دن ان سے رہا نہ گیا آخر بول ہی اٹھے کہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی آج کل جو ہو رہی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ توحید کی دولت جاتی رہی شرک ان میں بہت پھیل گیا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا واقعی آج کل شرک بہت پھیل گیا ہے۔ اس پر مسرت کے لہجے میں پوچھا کس طرح (خیال میں ہوگا کہ ضرور انہی باتوں کو گنائیں گے جن کو ہم لوگ شرک کہا کرتے ہیں)۔ مولانا نے فرمایا اس طرح کہ پہلے شرک کی صرف ایک صورت تھی کہ خداوند عالم کے اوصاف میں کسی کو شریک کرنا اور اس کی صفتیں دوسروں میں

ماننا، اب شرک کی ایک اور قسم یاروں نے نکالی ہے کہ بندوں کی صفت میں خدا کو شریک کرنا یعنی جو باتیں کہ بندوں ہی کے لئے مخصوص ہیں خدا کے لئے ممکن ہی نہیں اسے بھی خواہ مخواہ شرک قرار دیا جاتا ہے تو یقینی شرک کرنے والے افراد زیادہ ہو جائیں گے اور شرک پھیل جائے گا۔

۱۶۔ مولوی شاہ محمد نعیم صاحب منیر شریف کے رہنے والے بانکی پور کالجیٹ اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔ منیر شریف سے ان کے پاس خربزے آئے ہوئے تھے۔ چند احباب ان کے یہاں پہنچے انہوں نے کہا کہ منیر شریف سے خربزے آئے ہوئے ہیں کہیے تو منگوائیں۔ ایک صاحب بادۂ توحید سے سرمست تھے بولے میں تو نہیں کھاؤں گا۔ اس نسبت کی وجہ سے آپ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت وقدر معلوم ہوتی ہے اسے میں ناجائز سمجھتا ہوں۔ وہاں جو لوگ موجود تھے ان میں اس مسئلہ پر خوب بحث رہی۔ خیر یہ بات ختم ہوگئی، مجمع اسی طرح جما ہوا تھا کہ حضرت مولانا بھی تشریف لے آئے۔ مولوی شاہ محمد نعیم صاحب آپ کی حاضر جوابی اور مدلل گفتگو کے بہت قائل تھے، اس لئے ان سے پوچھا کہ کیا کسی چیز میں کسی جگہ کے انتساب سے اس کی عزت وقدر بڑھ جاتی ہے۔ مولانا نے فرمایا انتساب ہی سے قدر زیادہ ہوتی ہے، متھرا کا لڈو، سیلاو کا کھجلا، گیا کا پیڑا کہہ کر کسی کے سامنے پیش کیجئے مزہ لے لے کر کھائے گا۔ تو جس طرح دنیاداروں کے نزدیک ان جگہوں کی طرف انتساب سے قدر وعزت بڑھتی ہے یوں ہی اہل اللہ اور دل والوں کے نزدیک متبرک مقامات کی طرف انتساب سے قدر و قیمت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس تقریر سے سب لوگ بہت ہی مسرور ومحظوظ ہوئے۔

بیعت وخلافت

یہ تو پہلے ہی لکھا جاچکا ہے کہ مدرسۂ حنفیہ پٹنہ اور مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت اور مدرسۂ دارالعلوم کانپور کے مدرسین اعلیٰحضرت کی مدح وثنا سن کر بریلی آنے کے قبل ہی اعلیٰحضرت کی عزت ومرتبت ان کے دل میں بیٹھ چکی تھی اسی لئے مدرسۂ اشاعۃ العلوم میں پڑھنے کے زمانے میں بھی برابر آپ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور ان کے فیوض سے مستفید ہوتے تھے

اور ایک طرح سے اپنے کو اعلیٰحضرت کا مرید وحلقہ بگوش سمجھا کرتے مگر روز بروز جذبہ شوق اور تیز ہوتا گیا اور دل کی تمنا یہ ہوتی کہ باقاعدہ بیعت کا شرف حاصل کریں۔ اسی کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے یکم محرم الحرام ۱۳۲۲ھ کو اپنے آپ کو حلقہ بگوشان اعلیٰحضرت میں شامل کرلیا اور رسالۂ مبارکہ کشف القلوب مصنفہ حضرت خاتم الاولیا سلالۂ خاندان برکاتیہ تاجدار مارہرہ مطہرہ اعلیٰحضرت جناب مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدسنا اللہ سرّہ اور رسالہ عوارف المعارف و رسالۂ قشیریہ و رسالہ التعرف لمعرفۃ التصوف مصنفہ حضرت ابراہیم کلاباذی بخاری اعلیٰحضرت سے پڑھنا شروع کیا اور حسب تعلیم وظائف و اعمال قادریہ برکاتیہ میں مشغول ہوئے۔ جب ان چیزوں کو بقدر ضرورت حاصل کرلیا تو اعلیٰحضرت نے ۱۳۲۷ھ میں بزمانۂ عرس سراپا قدس اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ سیدنا و مولانا شاہ آل رسول صاحب قدس سرّہ العزیز دستار خلافت سے مشرف فرمایا اور بیعت و ارشاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ کو اگرچہ بیعت و ارشاد کی اجازت عطا ہو چکی تھی مگر آپ کسی کو مرید نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ۱۳۲۸ھ میں بغرض مناظرہ رنگون تشریف لے جانا ہوا وہاں سے حامی دین متین جناب مولانا مولوی حاجی سید شاہ نور احمد صاحب قادری برکاتی رضوی چاٹگامی کے اصرار پر چاٹگام تشریف لے جانا ہوا وہاں آپ کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ شروع ہوا اور لوگوں کا بیعت کے لئے ہجوم ہوا مگر آپ برابر ٹالتے رہے۔ آخر جناب مولوی سید نور احمد صاحب کے اصرار سے آپ نے بیس پچیس طالبان حق کو داخل سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کیا اور پھر برابر اس سلسلے کو جاری رکھا۔ جب وہاں سے واپس تشریف لانے لگے تو ان لوگوں کا اصرار ہوا کہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو ضرور تشریف لایا کیجئے کہ ہم لوگوں کو رشد و ارشاد اور تعلیم و تربیت کا موقع ملے۔ آپ نے ان لوگوں کی تعلیم و تربیت جناب مولانا نور احمد صاحب کے ذمہ کر کے عذر کیا کہ تعلیم و درس کے فرائض میرے ذمہ ایسے ہیں کہ ان کو چھوڑ کر مرید آباد بسانے اور اس میں گھومنے کی فرصت نہیں پاتا۔ اس کے بعد بریلی شریف میں کئی صاحبوں کو بہ نیابت اعلیٰحضرت داخل سلسلۂ عالیہ کیا، پھر جب ۱۳۴۳ھ میں بوگرا مناظرہ کے لئے تشریف لے گئے تو پندرہ اشخاص کو داخل سلسلۂ رضویہ کیا۔ اگرچہ اب بھی برابر احباب مخلصین کا

اصرار یہی رہتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے فیوض و برکات باطنی کو بھی لوگوں کو پہنچانا ضروری ہے اور بیعت و ارشاد کے طریقے کو جاری کرنا چاہیئے مگر آپ نے زمانے کے حالات کو دیکھ کر کہ لوگوں نے منجملہ ذرائع معیشت وآمدنی ایک ذریعہ پیری و مریدی کو بھی قرار دے رکھا ہے ایسی حالت میں آپ کو اس سے احتراز واحتیاط ہی بہتر معلوم ہوا۔

مشاغل و معمولات

آپ کے مشاغل و معمولات حسب ذیل ہیں:

صبح سویرے اٹھ کر وضو کر کے گیارہ مرتبہ سورۃ مزمل پڑھتے ہیں، ہر ایک کے اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود قادریہ پھر تین مرتبہ سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر سنت فجر پڑھا کرتے ہیں اس کے بعد مسجد جا کر نماز فجر باجماعت ادا کر کے وظیفۂ خاندانی مطابق ہدایت الوظیفہ الکریمہ پڑھتے، بعد ازاں قرآن شریف، دعاء سیفی، حزب البحر، حزب النصر وغیرہ معمولات خاندانی بجالاتے ہیں پھر ناشتہ کرتے ہیں اور صحیح بہاری شریف کی ترتیب وتالیف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اسی درمیان میں مولوی محمد عرف مختار الدین سلمہٗ کو حدیث شریف کا سبق دیتے ہیں۔ اس کم سنی میں وہ صرف ونحو کی کتابیں تمام کر کے قرآن شریف کی تفسیر اور مؤطا امام محمد پڑھتے ہیں۔ عربی عبارت درست پڑھتے ہیں اور ترجمہ سلیس اور بامحاورہ کر لیتے ہیں۔ اردو میں اچھی صلاحیت ہے۔ مولوی سید ظہور احمد صاحب مدرس مدرسہ شمس الھدیٰ سے گلستاں پڑھتے ہیں اور ان سے خوش نویسی بھی سیکھتے ہیں۔ انگریزی کا سبق مدرسہ کے ایک سینیر طالب علم مولوی عبداللہ سے لیتے ہیں۔ تجوید وقراءت انھوں نے ملک العلماء کے دو تلامذہ قاری بہاء الدین اور قاری عبدالرحیم سے سیکھی ہے۔ ذہین ہونے کے ساتھ ماشاءاللہ محنتی بھی ہیں۔ اللّٰهم بارك في عمره و نفعه بعلومه ۔ آپ کا معمول ۱۰ بجے کھانا کھانے اور مدرسہ جانے کا ہے۔ وہاں مطابق روٹین مدرسہ تین سبق پڑھا کر ٹفن کی جب گھنٹی ہوتی ہے تو ظہر کی نماز باجماعت نوری مسجد میں ادا کرتے ہیں، پھر واپس آ کر بقیہ اسباق میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ شام کو جب ۴ بجے مدرسہ بند ہوتا ہے عصر کی نماز نوری مسجد ہی میں باجماعت پڑھ کر

گھر واپس آجاتے ہیں۔ ہلکا سا ناشتہ کر کے احباب سے ملنے باہر چلے جاتے ہیں یا اگر کوئی صاحب ملنے آگئے تو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کر کے صلاۃ الاوابین پڑھ کر مکان واپس آتے ہیں۔ بعد مغرب پھر مختار الدین سلمہٗ کو تفسیر و حدیث پڑھاتے ہیں۔ عشا کی نماز باجماعت پڑھ کر اوراد خاندانی میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ ۱۰ اور ۱۱ کے درمیان سونے کا تہیہ کرتے ہیں اور اس وقت جو دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں پڑھ کر ذکر خفی کرتے ہوئے سوجاتے ہیں۔ جب آنکھ ایسے وقت کھلتی ہے کہ تہجد پڑھنے کے بعد جاگتے رہیں اور فجر کی نماز باجماعت پڑھ سکیں تو تہجد پڑھ لیتے ہیں اور صبح تک ذکر میں مشغول رہتے ہیں اور اگر اس کا قرینہ دیکھا کہ تہجد پڑھیں گے تو فجر کی نماز باجماعت نہ مل سکے گی تو اُس وقت سوجاتے ہیں اور نور کے تڑکے اٹھ کر اپنے اعمال واشغال میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ کبھی عصر کے بعد اور کبھی مغرب اور عشا کے درمیان روزانہ کی ڈاک کا جواب لکھا کرتے ہیں جو اکثر استفتا ہوتے ہیں، کچھ خطوط طلب تعویذات میں اور کچھ خطوط رفع شکوک وشبہات کے آتے ہیں۔ بعض استفسارات کبھی علمی و دینی امور کے متعلق ہوتے ہیں تو کبھی فقہ وفرائض کے مسائل کے سلسلے میں آتے ہیں۔ ان سب کا جواب حتی الامکان روز کا روز لکھ دیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح دور دراز رہنے والے بھی آپ کے فیض سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جزاك الله خير الجزاء۔

خاتمہ

خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایک عرصے کی تمنا میری پوری ہوئی اور حضرت استاذنا العلام دام ظلہٗ العالی کے مختصر حالات میں یہ چند صفحات حوالۂ قلم کرنے کی عزت و مسرت حاصل کی۔ والحمد لله رب العالمین و صلى الله على سيدنا محمد و آله و صحبه اجمعين۔

۵/ذوالحجہ ۱۳۴۷ھ — سید عزیز حسین غفرلہٗ

تعلیقات

(۱) اس وقت بہار اڑیسہ ایک صوبہ تھا، اڑیسہ بعد کو علیحدہ ہو کر ایک صوبہ بنا۔

(۲) بعد کو حضرت والد ماجد نے کنیت لکھنی ترک کردی تھی۔

(۳) کچھ دنوں کے بعد کو آپ نے چشمے کے لئے پلاسٹک کا سیاہ فریم استعمال کرنا شروع کردیا تھا جو آج کل مروّج ہے۔

(۴) میرا خیال ہے کہ مؤلف کی مراد مولوی کبیر الدین صاحب سے ہے۔ یہ میرے حقیقی پھوپھا تھے۔ والد مکرم کی صرف دو بہنیں تھیں، بھائی کوئی نہ تھا۔ بڑی بہن مولوی کبیر الدین کی اہلیہ تھیں، چھوٹی بہن کی شادی ملک محمد واعظ الحق (موضع استھانواں، ضلع پٹنہ) کے بڑے صاحبزادے انیس الحق صاحب سے ہوئی تھی جن کی وفات استھانواں میں ۱۹۲۵ء کے آس پاس ہوئی۔ مولوی کبیر الدین مرحوم نے اعلیٰحضرت کی تصنیف الاجازات المتینة لعلماء بكة و المدينة اپنے صرفے سے شائع کی تھی۔ اس سے ان کے علمی و دینی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ سرورق پر یہ عبارت اس امر کی شاہد ہے:

طبعت على نفقة ذى الفضل و الجاه مولانا الشيخ كبير الدين البهارى الميحروى سلمهٗ الله۔

کتاب ۳۲ صفحات پر مطبع نادری بریلی میں چھپی ہے۔ سال تالیف ۱۳۲۴ھ ہے، سال طباعت درج نہیں لیکن علامہ مامون الأرزنجانی المکی کا مکتوب گرامی اعلیٰحضرت کے نام محرم ۱۳۲۶ھ کا لکھا ہوا ہے الاجازات اس کے بعد ہی شائع ہوئی ہوگی۔ علامہ ارزنجانی کی خدمت میں راقم کو دو تین سال حاضر رہنے کے مواقع ملے وہ ترکی النسل تھے۔ مجھے ان سے ترکی زبان کے کچھ درس لینے کا بھی موقع ملا لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا۔ الاجازات صفحہ ۱۱ پر جہاں اعلیٰحضرت نے ۱۳۲۳ھ میں اپنی تصانیف کی فہرست ۲۰۰ بتائی ہے وہاں حاشیے پر ملک العلماء کے قلم کی یہ عبارت درج ہے:

قد جمعنا الآن فى صفر ١٣٢٤ھ من الضمائم القديمة و الحديدة فوجدنا بحمد الله تعالىٰ اكثر من ثلاث مئة مصنفات و سننشر فهرستها ان شاء الله تعالىٰ۔ قاله

تلمیذ المصنف ظفر الدین القادری البہاری۔

(۵) ایک بار جب میں اپنے ۱۹۳۹ء کے دہلی، بریلی، مرادآباد، آگرہ کے سفر اور اس کی آسایشوں کا ذکر کر رہا تھا تو حضرت نے اپنی طالب علمی کے زمانے کے اس سفر (جو پٹنہ تا کان پور ہوا تھا) کی مشکلات بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس سفر میں میلوں پیدل چلنا پڑا تھا اور ہمارے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اپنے رفقائے سفر کے نام بتائے تھے ان میں سے ایک غالباً مولوی شاہ غلام محمد ساکن محلہ درگاہ بہار شریف ضلع پٹنہ تھے جن کی دستار بندی بھی حضرت کے ساتھ مدرسۂ منظر اسلام کے پہلے جلسۂ دستار بندی میں ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔

(۶) حکیم اجمل خاں مرحوم ومغفور کا گرامی نامہ کے لئے ضمیمہ-۴ دیکھیے۔

(۷) اس زمانے میں سول سرجن کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہوتی تھی اس کی فیس -/۱۶ ہوا کرتی تھی۔ سول سرجن انگریز تھا اس نے اپنی فیس طلب کی۔ والد صاحب فرماتے تھے مولوی محمد الیاس صاحب بہت سادہ دل تھے۔ انھوں نے کہا میں کوئی مریض نہیں ہوں آپ سے نسخہ لکھوانے نہیں آیا ہوں ہر طرح تندرست ہوں بس یہی بات لکھ دیجیے۔ ڈاکٹر نے ان کی آنکھ جانچی، ان کی دور کی نگاہ کمزور تھی ڈاکٹر نے انہیں انفٹ قرار دیا اور یہی رپورٹ پر لکھ دیا۔

(۸) پہلے مدرسے میں طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ راقم الحروف مدرسۂ شمس الھدیٰ میں ۱۹۳۱ء میں "مولوی" کی جماعت میں داخل ہوا تو اس وقت طب کی تعلیم موقوف ہو چکی تھی، شاید اس لئے کہ طبیہ کالج کا قیام پٹنہ میں عمل میں آ چکا تھا۔ طب کی جگہ فارسی کی تعلیم ہوتی تھی۔ 'عالم' میں قدیم فارسی کے ساتھ جدید فارسی بھی پڑھائی جاتی تھی اور ایران کے جدید شعراء کا انتخاب کورس میں تھا۔ 'فاضل' میں قصائد عرفی نصاب میں داخل تھی۔

(۹) یہ مؤلف کا سہو قلم ہے، سید یوسف الدین احمد بلخی 'باطن' مدرسے کے جونیر سیکشن میں انگریزی پڑھاتے تھے۔ سینیر حصے میں ماسٹر سید صفیر الدین احمد انگریزی کی تعلیم پر مامور تھے۔ 'مولوی' کی جماعت میں وہ ہم لوگوں کو ۱۹۳۱-۱۹۳۲ء میں انگلستان کی چھپی ہوئی ایک کتاب In England کا درس دیتے تھے۔ یوسف الدین احمد بلخی مرحوم پر میرا ایک مفصل مضمون خدا بخش جرنل میں شائع ہوا ہے۔

(۱۰) مؤلف مرحوم نے بارہ مدرسین کی جگہ صرف دس کا ذکر کیا ہے۔ مولوی سید اقبال حسین

کے نام سے پہلے حافظ عبدالرحمٰن بہاری اور مولوی عبد الماجد کے نام لکھنے چاہئے تھے جو میرے زمانے میں 'ملا' کے طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ پھر حافظ محمد جان مرحوم کا تعلق جونیر کلاسوں سے مطلق نہ تھا وہ درجۂ حفظ کے طلباء کو حفظ کرانے پر مامور تھے۔ ماسٹر محمد یوسف صاحب بہاری کی جگہ ان کا صحیح نام سید یوسف الدین احمد بلخی متخلص بہ باطن لکھنا چاہئے یہ موضع 'سائیں' (ضلع پٹنہ) کے رہنے والے تھے جو سر سید کے رفیق و معاون قاضی سید رضا حسین اور مشہور روایت کے مطابق عظیم آباد کے مشہور اردو شاعر (معاصر میر تقی میرؔ) راسخؔ عظیم آبادی کا بھی وطن تھا۔

(۱۱) شاہ محمد الیاس صاحب کو میں نے دیکھا تھا۔ ان سے ایک مفصل ملاقات یاد آتی ہے۔ بہار شریف سے بارگاہِ شاہ رکن الدین عشق میتن گھاٹ کے رجبی شریف کے جلسے میں شرکت اور شاہ حمید الدین احمد سجادہ نشین اور اپنے استاد حضرت ملک العلماء کی ملاقات کے لئے شاہ محمد شفیع صاحب کے ساتھ آئے تھے۔ یہ اس کا پہلا جلسہ تھا جو ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں منعقد ہوا تھا۔ الیاس صاحب بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ اس رات انہوں نے اپنے کچھ اشعار ملک العلماء اور شاہ قمر الہدیٰ (سجادہ نشین خانقاہ پنڈ شریف ضلع مونگیر) جس کمرے میں مقیم تھے سنائے تھے، وہ 'یاس' تخلص کرتے تھے، ان کی آواز بہت اچھی تھی ترنم سے اشعار سناتے تھے۔

(۱۲) تلامذۂ ملک العلماء کی یہ فہرست مؤلف کے رسالہ حیات ظفر کی تالیف ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء کے وقت تک کی ہے اور ظاہر ہے مکمل نہیں۔ ان میں سے اپنے بچپن میں جن اصحاب کو دیکھنا یاد آتا ہے یا جن سے میری ملاقات یا ملاقاتیں ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

☆ مولوی ابو اختر محمد اصغر، یہ ہمارے استاد مولانا اصغر حسین بہاری مدرس مدرسۂ شمس الہدیٰ کے داماد تھے۔ ایک آدھ بار کا ملنا یاد آتا ہے۔

☆ مولوی محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی، یہ چھوٹے قد کے دبلے پتلے آدمی تھے، داڑھی بڑی اور نہایت گھنی رکھتے تھے۔ عینک استعمال کرتے تھے۔ اچکن اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ اردو گجرات کے لب و لہجہ میں بولتے تھے، شیش محل ہوسٹل میں رہتے تھے۔ میں ان سے مانوس تھا کبھی کبھی ظفر منزل شاہ گنج بھی آیا کرتے تھے، ملک العلماء کے ایک طویل دینی سفر میں شریک تھے۔

☆ مولوی محمد ریاض الحق ساکن موضع مولانا ڈیہہ، ہمارے عزیزوں میں تھے بعد کو برادر نسبتی ہوئے۔ یہ مدرسۂ قادریہ کاراضلع گیا اور بعد کو مدرسۂ حنفیہ کٹیہار ضلع پورنیہ میں استاد مقرر

ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے حسن امام نسیم الحق، حسین امام، حیدر امام اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور تینوں انجینیر ہیں، بڑے ہندوستان میں ہیں، اب وظیفہ یاب ہیں، بقیہ دونوں بھائی امریکہ کے شہری ہیں، وہیں کے تعلیم یافتہ ہیں اور وہیں برسرِ روزگار ہیں۔

☆مولوی سید محمد ایوب، علمی ذوق رکھتے تھے۔ان کی شرح دیوان ابوالعتاہیہ شہرت رکھتی ہے۔

☆مولوی محمد خلیل الرحمٰن، موضع ملک چک کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں اپنے چھوٹے بھائی محمد فضل الرحمٰن کے ساتھ ملک لاج محلہ پیر بہوڑ پٹنہ میں میرے مکان کے دوسرے حصے میں مولوی مسعود الحق مرحوم رئیس موضع میجرا کے صاحبزادگان (یوسف محمد مظفر، منظور الحق، ذوالفقار حیدر، مودود الحق) کے ساتھ مقیم تھے۔ میں اس وقت کم عمر تھا صرف ونحو کی کتابیں عافیہ، وافیہ اور ہدایۃ النحو پڑھتا تھا۔ان سے کیا باتیں کرتا، فضل الرحمٰن کے پاس زیادہ بیٹھتا۔ دونوں بھائی بڑے محنتی تھے۔ محمد خلیل الرحمٰن 'فاضل' کے امتحان میں بہت ممتاز رہے، فضل الرحمٰن نے ام اے کیا اور وہ بہت اچھے سرکاری عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۹۲۹ء کے بعد پھر کسی کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ بڑے بھائی سلسلۂ قادریہ رضویہ سے منسلک تھے۔

☆مولوی محمد زبیر، موضع مولانا ڈیہہ کے رہنے والے تھے۔ ملک العلماء نے تعلیم کی تکمیل کے بعد ان کا مدرسۂ غوثیہ حنفیہ بیین میں تقرر کرا دیا تھا، وہاں کے کامیاب استاد ثابت ہوئے۔ شعروشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء کے بعد تک ان سے ملاقاتیں رہیں۔

☆مولوی محمد نور عالم صاحب، یہ بھی شاعر تھے، 'مطیر' تخلص کرتے تھے۔ ایک دو بار انھیں دیکھنا یاد آتا ہے۔

☆مولوی محمد زکریا سہسرامی اور مولوی قمر الدین خاں سہسرامی سے تعلق گہرا اور بہت زمانے تک قائم رہا۔ جب ۱۹۲۸-۲۹ میں مدرسۂ شمس الہدیٰ میں طلبا کی تعداد بڑھی اور شیش محل اور دوسرے ہوسٹل بھر گئے تو ایک مکان محلہ مصلح پور میں مدرسے کے قریب کرایے پر لیا گیا اور وہاں پندرہ بیس طلباء کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ شیش محل کے سپرنٹنڈنٹ مولانا اصغر حسین صاحب تھے، اس انیکسی کے نگراں ملک العلماء مقرر ہوئے جس میں ایک کمرہ ان کے لئے مخصوص تھا، میں ہر چند مدرسے میں اس وقت تک داخل نہیں ہوا تھا، سال دو سال اسی کمرے میں مقیم رہا، سہسرام کے مولوی محمد زکریا، مولوی محمد قمر الدین اور مولوی شرف الحسن یہیں مقیم تھے۔ یہاں قیام کے دوران ان تینوں

سے تعلق رہا اور انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ تینوں بہت شفقت و محبت سے پیش آئے۔ اوّل الذکر دونوں اصحاب بعد کو بھی سہسرام سے ملک العلماء کی خدمت میں آتے رہے اور فیض اٹھاتے رہے۔

☆سید محمد ابراہیم نجم سے بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ بعد کو خان بہادر مولانا مبارک کریم، پروفیسر عبدالمجید کے بعد بہار مدرسہ ایگزامنیشن بورڈ کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ نجم صاحب شاعر بھی اچھے تھے، مجموعۂ کلام چھپ گیا ہے۔ سالِ وفات ۱۹۵۰ء ہے۔

(۱۳) ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں ''حیات ظفر'' لکھی جارہی تھی تو اس وقت صحیح البہاری پانچ جلدوں میں مرتب کرنے کا خیال ہوگا۔ بعد کو حضرت ملک العلماء نے اسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ اب اس کی ترتیب یوں رکھی گئی:

جلد اول کتاب العقائد، جلد دوم کتاب الطہارۃ تا کتاب الصلوٰۃ، جلد سوم کتاب الزکوٰۃ تا کتاب الصوم، جلد چہارم کتاب النکاح تا کتاب الوقف، جلد پنجم کتاب البیوع تا کتاب الغصب، جلد ششم کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض۔

(۱۴) ۱۳۴۸ھ تک حضرت کی جملہ تصانیف کی تعداد ۴۵ تھی۔ مکاتیب مفتی اعظم بنام ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی مرتبہ مختار الدین احمد (علی گڑھ ۲۰۰۷ء) میں طارق مختار سلمہٗ نے جو فہرست تصانیف ملک العلماء مرتب کر کے شائع کی ہے اس میں تصانیف کی تعداد ۷۶ بتائی ہے اس میں ہر کتاب کے نام کے ساتھ سال تصنیف اور کتاب کے بارے میں مختصر نوٹ درج کر دیا ہے۔ حضرت کی تصانیف کی تعداد اس سے بھی زائد ہوگی۔

ضمیمہ-۱

مکتوبات مولوی عزیز حسین رضوی بنام حضرت ملک العلما

﴿۱﴾

لکھن پور، ڈاکخانہ اثر گنج، ضلع بھاگلپور

۲۱ر جولائی ۱۹۵۰ء

حضرت قبلہ سیدی ومولائی دامت برکاتکم

بعد آداب تسلیم خادمانہ عارض خدمت ہے۔

استفتا حاضر خدمت ہے امید ہے کہ جلد سے جلد تکلیف فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

۱۹۴۶ء کے ہنگامہ کے بعد یہاں کے مسلمان اور گر گئے ہیں، جماعت کے امام برادرم معزالدین صاحب ہیں ان سے اور مجھ سے قراءت کا اختلاف چلا آتا ہے۔ جس کی خبر دے چکا ہوں اور فتویٰ بھی منگوا کر انہیں دیکھایا تھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ بات یہ ہے کہ ''ملا'' تک تو انہوں نے پڑھا ہے مگر ''عالم'' ''فاضل'' سے اپنے کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ تجوید کی قراءت تو بڑی بات ہے دو دو لفظ چار چار لفظ چھوڑ کر، کہیں جملہ کا جملہ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اور جب نماز دہرانے کو کہا جاتا ہے تو غصہ کرتے اور بگڑتے ہیں۔ بار بار کہنے پر بھی جب کوئی اثر نہ ہوا تو میں گھر میں بیٹھ رہا اور مسجد جانا بند کردیا۔ بستی کے اور لوگوں نے اس کو محسوس کیا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ جماعت سے کیوں نہیں نماز پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا نماز پڑھ کر کیوں جہنم خریدوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت بڑی تعداد میں وہ لوگ بھی الگ ہو گئے اور انہوں نے متولّی سے دوسرے امام کے تقرر کا مطالبہ شروع کیا، متولی صاحب، ان کے منجھلے بھائی فضل حسن (جو مدرسۂ شمس الہدیٰ میں پڑھتے تھے)، کے سر ہیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا اور پوری جماعت کے سامنے حلف شرعی سے بیان کرایا اور میں نے کہا سب لوگ سنتے ہیں مگر میں

کہتا ہوں کہ بہت غلط پڑھتے ہیں۔ ح کو ہ، ق کو ک، ض کو ظ، اس کے علاوہ لفظ کا لفظ اور جملہ کا جملہ چھوڑ دیتے ہیں۔ زبر کو زیر اور زیر کو زبر پڑھتے ہیں۔

مجھے پریشانی ہے کہ میں کیا کروں۔ عید و جمعہ پر گھر بیٹھ رہوں یا شاہ صاحب کے ساتھ لولی لنگڑی جیسی بھی نماز ہو پڑھ لوں؟ آپ کی رائے سے ذاتی طور پر سرفراز فرمایا جاؤں۔ اور کیا عرض کروں، اپنی ذاتی حالت اس کے جواب کے ساتھ عرض کروں گا۔

شرف الحسن سلمہٗ چاٹگام میں ہے۔ ایک سیٹھ کے یہاں سو روپیہ کی کلرکی ۲۹؍جون سے ملی ہے۔ اور سب خیریت ہے۔

برادرم مختار الدین آج کل کہاں ہیں کم از کم ان کو میرے نام سے ضرور متعارف فرما دیا جائے کہ وقت فرصت ان سے خط و کتابت ہو سکے۔

والسلام

عزیز حسین رضوی

﴿۲﴾

لکھن پور، ڈاکخانہ اثر گنج، بھاگلپور

۲۱؍محرم الحرام ۱۳۷۱ھ [۱۹۵۱ء]

بشرف ملاحظہ حضرت سیدی و مولائی دامت برکاتکم

بعد سلام مسنون و تسلیمات غلامانہ عارض خدمت ہے کہ ایک قطعہ کارڈ بصورت استفتاء موصول ہوا تھا، جواب میں بہت تاخیر ہوئی کہ معذرت کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اس کارڈ کا خادم کے نام آنا عزت افزائی کے سوا کیا ہے ورنہ کجا استفتا اور کجا خادم۔ الأمر فوق الأدب کو پیش نظر رکھ کر تعمیل ارشاد کر رہا ہوں اور اعلیٰحضرت قبلہ کے خزانۂ عامرہ سے استفادہ کر کے حضور میں پیش کر رہا ہوں، امید ہے کہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک کی اصلاحوں کی طرح درست فرما کر مجموعۂ فتاویٰ میں شامل فرمائیں کہ علماء کے نزدیک قابل قبول ہو۔ حضور کی رائے تو نہایت مناسب ہے مگر علمائے سوء طالب دنیا ہدم اسلام کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ شہدائے لیلائے نجد اور اس کے اَتباع ابتدا سے اسی فکر میں ہیں چنانچہ کل معلوم ہوا کہ اس جماعت کے

اکثر ممتاز لوگوں نے آلات جدیدہ سے آئی ہوئی خبروں پر روزہ اور افطار کا فتوئی دیدیا ہے۔ عوام تو حقیقت سے واقف نہیں ہوتے وہ تو عربی عبارت دیکھتے ہیں اور یقین کر لیتے ہیں کہ فتوئی ہو گیا۔ اور صحیح راہ دیکھانے والے کو گمراہ کرنے والا خیال کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے فتووں سے زیادہ فائدے کی امید نہیں۔ مگر امت کو گمراہی کے سمندر میں چھوڑ نا بھی ان کی گمراہی کی تائید کرنا ہے اس لئے حق تبلیغ ادا کرنا ضروری ہے۔ جب یہ رسالہ تیار ہو جائے تو اس کے خریداروں میں خادم کا نام بھی لکھ لیا جائے۔

ایک مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ اگر کوئی دمہ کا مریض غسل جنابت کے عوض وضو کر کے نماز ادا کرے، وہ پاک تو ہو گیا۔ اب دھوپ نکل آئی، اگر اس کو دوسری نماز پڑھنی ہو تو وضو کر کے پڑھے یا تیمم ہی سے ادا کرے۔ کیونکہ وہ غسل نہیں کر سکتا مگر وضو کر سکتا ہے اور رات کو تیمم سے اس کا جسم پاک ہو گیا ہے۔

حضور نے تاریخی نام رکھنے کی ممانعت فرمائی تھی اور اعلیٰحضرت قبلہ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ تاریخی نام نہ رکھا جائے، کیونکہ آدمی ایک بڑے فائدے سے محروم ہو جاتا ہے یا زیادہ پریشانی کے سبب ایسا کر نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ جس کا نام کم عدد کا ہو گا تو اپنے نام کے عدد کے مطابق اسمائے باری تعالیٰ عزاسمہ سے دو نام لے کر اس کا ورد دوگنا کرے گا تو اس کو اسم اعظم کا فائدہ دے گا۔ مثلاً کسی نام کا عدد ایک سو ہے وہ اسمائے حسنیٰ میں سے دو نام لے کر دو سو بار پڑھے تو اس کی دعا اس طرح قبول ہو گی جیسے اسم اعظم پڑھ کر کی جائے۔ اس کے پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے اور کیسے ورد کیا جاتا ہے مثلاً یا رحیم یا کریم یا یا الکریم یا الرحیم یا کوئی دوسرا طریقہ ہے۔ پھر دعا کس طرح کی جائے۔ اس کا پورا طریقہ تحریر فرمائیں اور اس کی اجازت سے سرفراز فرمائیں اور کیا عرض کروں باقی سب خیریت ہے۔

حضور کا خادم
عزیز حسین عفی عنہ رضوی

﴿۳﴾

لکھن پور، ڈاکخانہ اثر گنج، بھاگلپور

۲۷رفروری ۱۹۵۱ء

حضرت سیدی ومولائی دامت برکاتکم

بعد آداب تسلیمات غلامانہ عارض خدمت ہوں۔

زمانۂ دراز سے آپ کی کوئی خیریت معلوم نہ ہوئی، تعلق ہے۔ امید ہے حضور مع متعلقین بخیر ہوں گے۔ ایک عریضہ قبل ارسال کیا تھا مگر جواب سے محروم ہوں، ممکن ہے ضائع ہوگیا ہو۔ اس میں چند مسائل بھی دریافت کئے تھے اور عزیزی شرف الحسن سلمہٗ کے متعلق عرض کیا تھا کہ چاٹگام میں ان کو ملازمت مل گئی ہے۔ مرکزی نوکری ہے، صوبہ سے تعلق نہیں، ایک سو سولہ تنخواہ ہے، اوڈیٹر کا عہدہ ہے، پورے پاکستان میں تبادلہ ہوسکتا ہے۔ ترقی کے امکانات ہیں، اس عہدے والے کے لئے اگر قسمت ساتھ دے تو تیسرا زینہ افسری کا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالٰی حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور بزرگان دین کے صدقے میں ان کو اس کا اہل بنادے، آمین بجاہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ وسلم۔

اعلیحضرت قدس سرہ کے ملفوظات شریف میں یا کسی اور تحریر میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے اور ادائیگی کی تاریخ مقرر کردے اور کسی سبب ادا نہ کرسکے تو مقررہ تاریخ کے بعد سے اتنے ہی روپے کے روزانہ خیرات کا ثواب مہاجن کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا جب تک کہ وصول نہ ہو۔

میں نے تذکرۃً ایک صاحب سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے حوالہ طلب کیا "الملفوظ" جلد اول میرے پاس ہے، میں نے تلاش کیا نظر نہ آیا۔ خدا معلوم جلد دوم میں ہے یا کسی دوسری تصنیف میں اگر حضور کے ملاحظہ سے گذرا ہو تو سرفراز فرمائیں۔ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت قبلہ سے کسی نے کچھ روپے غالباً پانسو یا پندرہ سو قرض لئے تھے اور ادائی کی تاریخ مقرر کردی تھی مگر وقت گذر گیا، اسی پر حضور نے فرمایا تھا کہ میں کہاں سے اتنا روپیہ لاؤں کہ

روزانہ خیرات کروں۔

اگر کوئی شخص اپنے ارادت قلبی کے سبب کسی شیخ سے بذریعہ عریضہ بیعت کرنا چاہے تو ایسی بیعت جائز ہے یا نہیں اور اس کے تعلیم کی کیا صورت ہوگی اور اگر یہ مرید اس راہ سے کچھ واقف کار ہے تو مکتوبات کے ذریعہ اس کی تعلیم ہو سکتی ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔ معلوم نہیں حضور کی ملازمت کا کیا حشر ہوا، بعض لوگوں سے معلوم ہوا تھا کہ حضور آج کل مدرسے تشریف لے جاتے ہیں تو اب ملازمت کی کیا شکل ہے، میرے عزیز و محترم بھائی مختار الدین سلمہ، آج کل کہاں ہیں، ان کی خیریت سے بھی سرفراز فرمایا جائے۔

میں ہنوز بیکار ہوں، مشرکین نہیں چاہتے کہ کوئی مومن اسکول میں داخل ہو حالانکہ اس سال بھی ۹ لڑکے مسلمان اسکول میں داخل ہیں، اور دو پرائیویٹ، کل گیارہ ہیں۔ والسلام

غلام ازلی

عزیز حسین الرضوی عفی عنہ

﴿۴﴾

لکھن پور

۲۱ راگست ۱۹۵۱ء

بملاحظہ اقدس حضرت سیدی و مولائی دامت برکاتکم

بعد سلام سنت سید الانام علیہ السلام و تسلیمات خادمانہ عارض خدمت ہے کہ گرامی نامہ تشریف لاکر موجب فخر و سرفرازی ہوا، نادم ہوں کہ گذشتہ سال کی رؤیت ہلال کے فتویٰ کی نقل ارسال خدمت نہ کرسکا۔ بات یہ ہوئی کہ ایک صاحب باہر سے آئے ہوئے تھے اور عید کا تذکرہ ہوا تو میں نے انہیں وہ فتویٰ دکھایا، انہوں نے نقل مانگی میں نے اصل دے دیا کہ خود نقل کر لیجیے۔ خدا معلوم انھوں نے کہاں ضائع کر دیا، مانگنے پر کہا کہ میں نے واپس کر دیا تھا، میں نے اپنے یہاں تلاش کیا مگر نہ ملا، یہی وجہ ہے کہ حسب الحکم نہ اس کی نقل بھیجی اور نہ "جامع

الاقوال'' منگایا، لہٰذا عرض یہ ہے کہ رسالہ'' جامع الاقوال فی رویۃ الہلال'' بذریعہ وی پی روانہ کرنے کا حکم نافذ فرمایا جائے۔ یعنی جن کتب فروش صاحب کے یہاں پٹنہ میں وہ رسالہ ملتا ہے ان سے کہلا دیا جائے کہ فوراً رسالہ'' جامع الاقوال'' وی پی کر کے بھیج دیا جائے، اس میں تاخیر نہ ہو کہ گرامی نامہ کے بارے میں تعویق ہو جائے۔ مولوی سعد اللہ صاحب امام جامع مسجد تاتار پور موضع ڈاکخانہ بنور بھاگلپور، مولوی عبدالغفور صاحب امام جامع مسجد مجاہد پور، مولوی شمس الضحیٰ صاحب امام محلہ مغل پورہ یہ سب سنی علماء ہیں نوجوان ہیں اوران کی کوشش سے بھاگلپور کے لوگ جمعے کے افطار سے بچے۔

بہت تعجب ہے کہ مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم نے کیسے رسالہ'' احسن المقال فی رویۃ الہلال'' تالیف فرمایا، اور مولانا سید دیانت حسین مرحوم نے اس پر تائیدی نوٹ (تقریظ) لکھی۔ اس کا اشتہار میں نے دیکھا ہے،'' صدائے عام'' میں چھپا تھا۔ مولوی شمس الضحیٰ امام جامع مسجد مغل پورہ، مولوی محمد سلیمان صاحب موضع اگر پور، ڈاکخانہ اگر پور، مولوی مجیب اللہ صاحب اگر پور ضلع بھاگلپور، یہ سب سنی علماء ہیں۔ مولوی عزیز الدین صاحب سے بھی دریافت فرمایا جائے اور سبھوں کی تجویز حاصل کی جائے۔

برادرم مولانا مختار الدین سلمہٗ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں، شانہٗ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے،، بحرمۃ النبی والہ الامجادہ۔ سجاد سلمہ سلام عرض کرتا ہے۔ خادم

عزیز حسین رضوی عفی عنہ

﴿۵﴾

لکھن پور

جمعہ ۶ ر شعبان المعظم

۳ ر مئی ۱۹۵۲ء

بحضور سیدی و مولائی مدظلہ العالی

آداب قدم بوسی غلامانہ قبول فرمائیں۔'' عید کا چاند'' دیکھا روزہ دار کو اس کو دیکھنے

سے جو فرحت ہوتی ہے اس سے بہت زیادہ فرحت قلبی اس کی زیارت سے خادم کو حاصل ہوئی۔ جزاك الله جامعه و طابعه و ناشره خير الجزاء عن الاسلام و المسلمين۔

جس دن زیارت ہوئی ایک ضروری کام کے لئے بھاگلپور جانا ہوا، ایک نسخہ ساتھ لیتا گیا۔ اتفاقاً محب مخلص مولانا عزیز الدین سے ملاقات ہوگئی۔ ان سے تذکرہ کر دیا انہوں نے فرمایا مجھے تو نہیں ملا ہے۔ میں نے کہا روزہ دار کو چاند کی خواہش ہوتی ہے، چاند اسے ڈھونڈھ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے ہم خیالوں سے تذکرہ کیا۔ مناسب ہے کہ مولانا محمد ساجد اللہ صاحب محلہ ڈاکخانہ سبور ضلع بھاگلپور کو اس کی اشاعت کے لئے لکھا جائے، ان کی تصدیق بھی رسالہ میں ہے وہ نہایت لائق، سنجیدہ سنّی عالم اور مقرر ہیں۔ وہ شہر میں برابر وعظ و میلاد کے جلسوں میں دورہ کرتے رہتے ہیں۔ عزیز الدین صاحب سے بھی اشاعت کا کام لیا جائے۔ مولوی عبدالغفور صاحب امام جامع مسجد مجاہد پور سے بھی خدمت لی جائے۔ ان کو لکھا جائے، میں نے ان سے بھی تذکرہ کر دیا ہے وہ بھی عالم واعظ اور مخلص سنّی ہیں۔ اس سال مولوی ساجد اللہ اور مولوی عبدالغفور ہی کی کوشش سے لوگوں کے روزے بچے تھے۔ میں بھاگلپور سے دمہ کا سخت دورہ ساتھ لے کر واپس آیا، اب تک گھر ہی رہتا ہوں، انشاءاللہ [عید کا] چاند کا ہدیہ ارسال خدمت کر دوں گا۔ تنفس سے بدل کر اس بار دمہ ہوگیا فسادات بہار کے سال سے تنفس ہوتا تھا اس بار دمہ کی کیفیت پیدا ہوئی۔ دعائے صحت کا امیدوار ہوں، اور کامل صحت کے لئے تعویذ اور کسی اسم کی ورد کی ضرورت ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔

والسلام

خادم قدیم

عزیز حسین الرضوی عفی عنہ

﴿۶﴾

لکھن پور

۱۴ مئی ۱۹۵۲ء

بشرف ملاحظہ حضرت اقدس مدظلہ

بعد آداب وتسلیم غلامانہ عرض خدمت ہے کہ بدعائے عالی زندہ رہ کر خواہان عوافی مزاج گرامی ہوں۔ مکرمت نامہ تشریف لایا حسب الحکم صوفی عزیز احمد صاحب کی خدمت میں نقش ''محیط الاسرار'' کے لئے لکھ دیا ہے، حضور کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مہربانی فرما کر جو طریقہ بھی بھیجنے کا ہو اسی طرح خاکسار کے پاس بھی ارسال فرمائیں۔ غالبًا وی پی سے بھیجنا مناسب ہوگا۔ اب بفضلہ تعالیٰ طبیعت اچھی ہے دورہ تو تین دن رہا مگر نقاہت ہنوز موجود ہے۔ ایک اہم ضرورت کے سبب بھاگلپور جا رہا ہوں اور پورینی بھی جاؤں گا۔ اس لئے مولوی ساجد اللہ صاحب، مولوی عبد الغفور صاحب وغیرہ کو زبانی کہنے کا سبب خط نہ لکھا اب گرامی نامہ ساتھ لے جا رہا ہوں، ان شاء اللہ دکھا کر اور سمجھا کر اشاعت کے لئے آمادہ کروں گا۔ اور کیا عرض کروں صحت وتندرستی کے لئے دعا فرمائیں کہ اوشانہ صحت کامل عطا فرمائے۔ بحرمۃ النبی والہ الامجاد۔

مکرر عرض ہے کہ میرے ایک نہایت ہی قریبی رشتہ دار ہیں ان کا نام ہے سید امانت حسین۔ ان کی شادی بہار شریف میں ہوئی ہے، ان کی اہلیہ بیمار ہیں وہ حضور سے تعویذ اور دعا کے خواستگار ہیں۔ علاج سے فائدہ نہیں ہو رہا ہے، آج کل وہ یہاں آئے ہوئے ہیں وہ حاضر خدمت ہوں گے مجھے امید ہے کہ حضور ان کی اعانت اور دعا اور تعویذ سے ان کی حاجت روائی فرمائیں گے اور ان کی عرضداشت پر توجہ فرما کر تعویذات سے امداد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کی اہلیہ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ بحرمۃ النبی والہ الامجاد۔ والسلام

خواستگار دعا

عزیز حسین رضوی عفی عنہ



لکھن پور

۳۰ راگست ۱۹۵۲ء

بشرف ملاحظہ حضرت سیدی ومولائی مدظلہ العالی

بعد سلام مسنون و آداب قدم بوسی غلامانہ عارض خدمت ہے کہ قطعہ عریضہ روانہ

خدمت کیا تھا جس میں ریاضت علی کے واسطے ایک نسخہ عید کا چاند کے واسطے لکھا تھا، اس کا اب تک انتظار ہے امید ہے کہ بذریعہ وی پی ایک نسخہ عید کا چاند بھیجنے کا حکم صادر فرمائیں گے۔ نقش 'محیط الاسرار' شریف بذریعہ وی پی آگیا اب اس کو کیسے استعمال کیا جائے۔ بہ نظر شفقت قدیمہ اس کے فوائد سے [مطلع] فرمائیں۔ یہ صرف امراض ہی کے لئے مفید ہے یا دوسرے کاموں اور ضرورتوں کے لئے بھی۔ جو شخص خود استعمال کرے صحت کے بعد دوسروں کو بھی مقدمہ وغیرہ میں تسخیر حکام یا ملازمت میں تسخیر کے لئے دے سکتا ہے یا نہیں۔ میں بفضلہ اس وقت تندرست ہوں کوئی شکایت نہیں ہے، روزے بھی رکھ رہا ہوں تراویح بھی اور سب کچھ، مگر تنفس کی شکایت نصف برسات سے پورے موسم سرما تک رہتی ہے۔ فسادات بہار کے بعد سے شروع ہوئی ہے۔ اس وقت تنفس کی شکایت نہیں ہے۔ تعویذ مجھے حفظ تقدم کے طور پر استعمال کرنا چاہیے یا نہیں۔ استعمال کی جگہ گلا ہے یا بازو، وہاں سے [کوئی ہدایت نامہ] نہیں آیا صرف نقش شریف موصول ہوا، امید کہ طریق استعمال سے مفصل سرفراز فرمائیں گے۔

ہمارے تھانہ کا نام ہے......وہاں ہائی اسکول سے پہلے ایک قادیانی حکیم کام کرتے تھے۔ وہ کوالیفائڈ نہیں تھے گرمی سے پہلے ان کو الگ کر دیا گیا ہے۔ مجھ سے درخواست مانگی گئی تھی یعنی ایک ممبر نے مجھے خبر دی اور تاکید کی کہ درخواست بھجوا دیجئے۔ پندرہ دن ہوئے میں نے درخواست بھجوا دی ہے۔ گرمی کے بعد بحالی ہوگی دعائے قلبی کا متمنی ہوں۔ نیز 'پنج گنج قادریہ' کے پڑھنے کی ترکیب مرحمت فرمائیں میں اسے پڑھتا ہوں۔ حصار کی دعا وغیرہ بھی پوری ترکیب کے ساتھ عطا فرمائیں۔ ریاضت [علی] کا پتہ لکھن پور ہے۔

امید ہے کہ عید کا چاند ضرور روانہ فرمائیں۔ والسلام

خواستگار دعا

عزیز حسین رضوی عفی عنہ

ضمیمہ-۲

مکتوب مولوی سید عزیز حسن رضوی
بنام مولوی سید عزیز الدین، بھاگلپوری، ابراہیم پور ضلع بھاگلپور

لکھن پور

۲۹/اپریل ۱۹۴۹ء

یاد فرمائے فقیر زاداللہ تعالیٰ عشقہٗ ومحبتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ تشریف ارزاں فرما کر موجب ازدیادِ مسرت وشادمانی ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ بہر نوع مع الخیر رہ کر خواہان عوافی مزاج سامی ہوں۔

اسم اعظم شریف کی ترکیب مطلوبہ جس کو نمونہ ومثل اسم اعظم شریف کہہ سکتے ہیں حسب ذیل ہے:

ہر اسم ذات (اصل نام) کا بقاعدۂ ابجد عدد نکال کر اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ شانہٗ کے اسمائے صفاتی میں سے دو اسم کا بقاعدۂ ابجد عدد نکال کر ان دونوں اسماء کو دوگنا کر کے پڑھنے سے اس شخص کو انشاءاللہ اسم اعظم شریف حقیقی کا فائدہ حاصل ہوگا۔ مثلاً آپ کے نام محمد عزیز الدین کا عدد دوسو اکاسی (۲۸۱) ہے اب نو دو نہ اسمائے حسنیٰ میں لفظ اللہ اسم ذات کہلاتا ہے باقی اسماء اسمائے صفاتی کہلاتے ہیں ان میں سے کسی دو اسم صفاتی کو اپنی حاجت کے مطابق انتخاب کر کے (جس کا عدد ٹھیک دوسو اکاسی ہو) اس کا دوگنا کر کے حروف ندا "یا" کے ساتھ یعنی دوسو اکاسی (۲۸۱) کا پان سو باسٹھ (۵۶۲) لفظ یا کے ساتھ مع درود شریف بعد طاق پڑھنے سے آپ کے لئے انشاءاللہ اسم اعظم حقیقی کا فائدہ حاصل ہوگا۔ اسم ذات اللہ کو میں نے الگ کر دیا ہے وہ بطور احتیاط ہے ورنہ قاعدہ یہ ہے کہ مشدّد حرف ایک ہی حرف شمار کیا جاتا ہے مگر اسمِ ذات میں دونوں لام کے ساتھ عدد لئے جاتے ہیں تو اسم ذات کا عدد ۶۶ ہوگا مطلب یہ کہ اسمِ ذات میں تعظیماً دو لام شمار کیا جاتا ہے اگر آپ کے نام میں اسمِ ذات آجائے تو ایک اسی کو لیجئے ایک اسم صفاتی جو بقیہ عدد کے مطابق ہے انتخاب کر لیجئے۔

اب رہا عین ثابت اس کے متعلق عرض ہے کہ لا أعلم ما ھو ، مجھے خود خبر نہیں، چساں رہبری کنم، ہاں اگر حضرت مولانا صاحب قبلہ کے یہاں سے کوئی جواب آئے تو اس سے محروم نہ فرمائیں گے۔ خصوصاً عین ثابت کے خواص وفوائد یا دیگر معلومات تو ہرگز ہرگز محروم نہ فرمائیں گے۔

اسکول میں آٹھ مسلمان لڑکے ہیں، مگر اسکول والے نہیں چاہتے ہیں کہ مجھے دوبارہ بلائیں۔ بڑا لڑکا رؤوف سلمہٗ راج شاہی میں ہے، تلاش روزگار میں ہے۔ اتنے دن خط و کتابت میری سستی سے بند رہی، یکم اپریل سے میرے یہاں کے ڈاکخانہ میں لفاف وکارڈ کا قحط ہے، اشرگنج بازار والے جو ڈاک آنے کے وقت موجود رہتے ہیں لے لیتے ہیں اور دور والے محروم رہتے ہیں۔ اتفاق سے ایک لفاف مجھے مل گیا تھا، گرامی نامہ کے جواب میں ارسال خدمت ہے، اور سب خیریت ہے۔ بھائی محمد شفیع، سلام علیک۔ والسلام

سید عزیز حسن عفی عنہ عرف سونا

ضمیمہ-۳

مکتوب ملک العلماء

بنام مولوی عزیز حسین رضوی بھاگلپوری



جامعہ لطیفیہ بحر العلوم، کٹیہار ضلع پورنیہ

۲۰ رشوال ۱۳۷۲ھ

بمطالعہ حامی دین عزیزی مولوی سید عزیز حسین سلمہٗ السلام علیکم

خط پہنچا دل بہت خوش ہوا کہ آپ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصنیفات کو صرف سرسری نظر سے نہیں دیکھا کرتے بلکہ بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ تمام سنیوں کو اعلیٰ حضرت کی تصانیف کے مطالعے کی توفیق بخشے، آمین۔

قبل جواب، اس امر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ نسبت واسناد ایجابی یا سلبی دو قسم کی ہے۔ حقیقی کہ مسند الیہ حقیقۃً مسند سے متصف ہے اور مجازی کہ کسی علاقے سے غیر متصف کی طرف نسبت کریں جیسے نہر کو جاری، جالسِ سفینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ پھر حقیقی کی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے ..... غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے متصف کر دیا ہو۔ قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی نسبت لفظ علیم وارد ہوا ہے یہ حقیقت عطائیہ ہے۔ یعنی بہ عطائے باری تعالیٰ وہ حقیقۃً متصف بعلم ہیں اور مولیٰ تعالیٰ نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کیے اپنی ذات سے عالم ہے۔ اس مضمون کو پیش نظر کر لینے کے بعد اثبات ونفی دونوں کا محمل صحیح آپ کو معلوم ہو جائے گا اور یقیناً شبہہ دل سے جاتا رہے گا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے رسالہ مُبارکہ "سلسلۃ الذھب نافیۃ الادب"[1] میں شجرۂ قادریہ برکاتیہ منظوم فرمایا ہے اور مشائخ کرام کے اوصاف کریمہ ربعض کے مختصر بعض کے قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور سب سے "امداد کن" کہہ کر امداد طلب کی ہے۔ مخالفین جن کے دل کج ہیں خواہ مخواہ اچھی بات کو بھی بری سمجھتے اور جائز کلام کو بھی ناجائز خیال کرتے ہیں، ان کی ذہنیت سے متخیل ہوتا تھا کہ وہ ضرور اسے حقیقی ذاتی معنی پر محمول کریں گے، گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے اس لئے اس شعر میں اس کا ذکر ہے کہ ان متقبولین بارگاہِ الٰہی، حضرات اولیائے کرام سے مدد کی طلب حقیقت ذاتیہ کی بنا پر نہیں بلکہ چونکہ یہ لوگ مظہر عون الٰہی ہیں اس لئے مجازاً ان سے طلبِ مدد ہے ورنہ حقیقۃً استمداد تو باری تعالیٰ ہی سے ہے۔ اور دوسرے مصرعہ میں ظاہر فرمادیا کہ مجازاً بالحذف ہے، مضاف ہر جگہ سے محذوف ہے یعنی اے ربِ فلاں امداد کن۔ جہاں جس بزرگ سے مدد کی طلب ہے اس سے مراد ربِ فلاں ہے، نبی سے طلب ہے تو ربِ نبی اور ولی سے طلب ہے تو ربِ ولی مراد ہے۔ جیسے شراح جعلتها تبصرةً کی شرح میں فرماتے ہیں تبصرۃً مجاز بالحذف ہے۔ اس کے بعد دوسرے شعر میں اس مضمون کو اور زوردار طریقے پر بیان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی غیر سے کیا مدد چاہ سکتا ہے حالانکہ جس میں جو کمال ہے وہ سب بہ نسبت باری تعالیٰ ہے یعنی ہر ایک شخص کو جس قدر اللہ تعالیٰ سے انتساب اور خصوصیت ہے، جس کو جتنی باریابی ہے اتنا ہی کمال اسے حاصل ہے، ورنہ غیر میں کمال ہونا تو درکنار غیر باری تعالیٰ کا سرے سے کوئی مرتبہ و منزلت ہی نہیں یا غیر لاشی محض ہے (یہ مرتبہ وحدۃ الوجود کا ہے) جس کو کوئی اپنے مدد کے لئے پکارے گا اور درحقیقت اولیاء و انبیاء سے مدد کی طلب آئینہ مظہر الٰہی ہونے کی وجہ سے ہے۔ معاذ اللہ غیر خدا کو کون کارساز سمجھتا ہے۔

اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص گورنمنٹ کے سوا کسی دوسرے بادشاہ کو مالگذاری دے تو وہ باغی سمجھا جاتا ہے، مگر تمام لوگ کلکٹر ضلع کو مالگزاری دیتے ہیں، مگر کسی کے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ شخص باغی ہے، غیر کو مالگزاری دیتا ہے، چونکہ اس کو دینا اسی بادشاہ کی طرف انتساب کی وجہ سے ہے، نہ شخص من

حیث شخص کی وجہ سے۔ حالانکہ وہی کلکٹر اگر گورنمنٹ کا مخالف ہو جائے اور نوکری سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر اسی کو مالگزاری دینے والا مجرم قرار پائے گا۔ اسی طرح رعایا کا فرض دنیوی ہے کہ اپنے دکھ درد کی شکایت اپنی حکومت سے کرے اور بادشاہ یا اس کے نائب کی بارگاہ میں عرضی گزارے، اور جوان کو چھوڑ کر غیر کے پاس جائے گا ضرور معتوب سلطانی ہوگا۔ حالانکہ آئے دن آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ قاضی اور جج کے پاس اپنی عرضیاں پیش کرتے ہیں اور حاجت روائی کے لئے جاتے ہیں اور کوئی حکومت کوئی بادشاہ یا اس کا نائب ان کو مجرم قرار نہیں دیتا، اور جب کوئی جج کوئی قاضی عہدے سے برخواست کر دیا جائے تو وہ غیر ہو جاتا ہے اور اس سے اپنے تعلقات اس قسم کے رکھنا خلاف شان سلطنت ہے۔ اس مثال سے آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ دراصل حاکم و مالک اب فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی ذات میں صفات میں افعال میں کسی بات میں کوئی شریک و سہیم نہیں، اور جو کسی غیر کے لئے کوئی بات ثابت کرے یقیناً مشرک ہے۔ رہا اولیاء اور انبیاء سے استعانت اور استمداد وہ ہرگز ہرگز اس معنی میں نہیں کہ خداوند عالم کے مقابل ان کی کوئی ہستی ہے اور اس کے مقابل وہ کچھ صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ اس دنیا میں سلسلہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قائم فرمادیا ہے کہ باوجودیکہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے، جس کو دیتا ہے خدا ہی دیتا ہے، جس سے لیتا ہے خدا ہی لیتا ہے، مگر ہرگز نہ خدا نے اپنے ہاتھ سے کسی کو دیا نہ اپنے ہاتھ سے کسی سے کچھ چھینا بلکہ جو کچھ کیا اور کرتا ہے اور کرے گا، بندوں ہی کے ہاتھ سے کرتا ہے اور کرے گا جیسا کہ دنیا میں مشاہدہ ہے اور وہابیہ بھی اسی کے قائل اور مجوز ہیں۔ مگر جس طرح خدا کے یہ سب ہاتھ آنکھ کان ہیں اسی طرح ایک ہاتھ کان آنکھ وہ ہے جس کا تذکرہ حدیث شریف میں ہے، لا زال العبد یتقرّب الیّ بالنوافل حتیٰ أحببته فاذا أحببته فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصره به و یده التی یبطش بها۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان اشعار میں اسی مضمون کو واضح اور مدلل فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ سے استمداد بھی اسی حیثیت سے ہے کہ وہ مظہر عون الٰہی ہیں اگر ان سے استمداد سمجھی جائے، ورنہ مضاف محذوف ہے اور فلاں سے استمداد کے معنی ربِ فلاں سے استمداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت مخدوم الملک قدس سرہٗ کی رباعی بھی اسی طرح فرق مراتب کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ عالم موجود بھی ہے اور لاشئ محض بھی، من حیث ذات اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت و اضافت اور مظہر قدرت باری ہونے کی حیثیت سے جہان موجود ہے، جو ان دو حیثیتوں میں فرق نہ کرے وہ غلطی پر ہے۔ اگر ستونات (؟) کا لحاظ نہ کیا جائے تو سارا جہان جسے ہم اور ہر شخص مشاہدہ کرر ہا ہے کیا ہے یعنی خداوند عالم کے سوا مظہر الٰہی ہونے کی حیثیت سے ضرور جہان موجود ہے کیونکہ اگر ہم لاشئ محض ہیں پھر نالہ و فغاں کیسا اور طلب الٰہی میں یہ دوادوش، حیرانی و سرگردانی کیسی اور کون کرتا ہے، یعنی ہم ضرور موجود ہیں مگر خبردار خبردار حاشا وکلا ہرگز ہرگز ایسا نہ سمجھنا کہ خداوند عالم کے مقابل تیری بھی کوئی ہستی ہے اور تیرا کوئی وجود مستقل ہے بلکہ ہر شش محل جہات میں جو صورتیں ہیں وہ شیش محل میں فقط ایک ذات کا جلوہ ہے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں   ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

سب تو ہی ہے اور تو ہی سب ہے، کسی غیر کی مجال نہیں کہ یہاں اس کا گزر ہو سکے بھلا بتاؤ کہ کون سی چیز ہے جو غیر ہے۔ اس پر اچھی خاصی روشنی اس شعر سے پڑتی ہے جو حضرت حسن میاں مرحوم نے فرمایا:

منگتا تو ہیں منگتا، کوئی شاہوں میں دکھا دے   جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

عرض اوصاف و اعراض تو اوصاف و اعراض ہیں جن کو بلفظ ذوات تعبیر کیا جاتا ہے، کیا کوئی ہے جو بے واسطۂ الٰہی موجود ہو، اللہ تعالیٰ سے کوئی علاقہ نہ ہو نہیں ہرگز نہیں بلکہ جس کا وجود ہے اسی کا دیا ہوا ہے، اسی کا پرتو ہے اس کے خلق قدرت کا جلوہ ہے پھر غیر کہاں ہے۔ صدق المخدوم رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اب رہا شبہہ، تجزیہ، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اقدس ﷺ کا نور الٰہی سے پیدا ہونا ہرگز تجزیہ کو مستلزم نہیں، نور مجازی دنیوی میں دیکھئے کہ ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے ہیں اور ہرگز کوئی حصہ پہلے چراغ کا نہیں گھٹتا اور نہ لازم آتا کہ معین چراغ کسی قدر جلنے

کے بعد پہلا چراغ بالکل بے نور ہو جائے۔ و الظاهر خلافه۔

عزیزی فخر اللہ سلمہٗ کو بین بھیجدیا[2] اور برادرم ولی سلمہٗ کو بہت تاکیدی خط لکھ دیا ہے کہ ان کا خیال رکھیے گا۔ آپ بھی ڈاکخانہ بین ضلع پٹنہ کے پتے سے ان کو خط لکھئے گا۔ والسلام

محمد ظفر الدین قادری غفرلہٗ

---

(۱) یہ کتاب فارسی زبان میں حضرت غوث پاک اور ان کے اخلاف کے فضائل و مناقب پر ہے۔ سال تصنیف ۱۳۰۴ھ ہے۔ عرصہ ہوا بریلی سے شائع ہوگئی ہے۔

(۲) فخر اللہ صاحب، مولوی عزیز حسین مرحوم کے صاحبزادے یا قریبی عزیز ہوں گے۔ مکتوب الیہ نے انہیں حضرت کے پاس تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ کٹیہار ضلع پورنیہ کا جہاں ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں حضرت مقیم تھے بھاگلپور سے بہت دور تھا اور وہاں کی آب وہوا بھی بچے کو راس نہیں آتی۔ انہوں نے ان عزیز کو تعلیم کے لئے مدرسۂ غوثیہ حنفیہ واقع موضع بین ضلع پٹنہ بھیج دیا جہاں بچپن میں خود حضرت نے تعلیم حاصل کی تھی اور مدرسے کے ناظم مولوی محمد ولی رئیس موضع بین کو لکھ دیا کہ ان کے قیام وطعام اور تعلیم کا مناسب انتظام کردیں۔

ضمیمہ-۴

مکتوب جناب حکیم محمد اجمل خاں صاحب بنام حضرت ملک العلماء



شہر دہلی

۴؍دسمبر ۱۹۱۱ء

شریعت پناہ فضیلت دستگاہ جناب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب زادمجدکم

السلام علیکم

آپ کی تحریر موسومہ آنریبل جناب نواب فتح علی خاں صاحب قزلباش سے قصد تشریف آوری بموقع دربار تاجپوشی حضور ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند خلد اللہ ملکہم واقبالہم واضح ہوکر مسرت ہوئی۔ آپ کی تشریف آوری اور شرکت موجب عزت وتقویت گروہ اسلام دہلی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے اور وقت وتاریخ تشریف آوری سے کچھ پہلے مطلع فرمائیں گے، تاکہ سواری وقیام کا انتظام قابل اطمینان ہوسکے۔

۱۳؍دسمبر ۱۹۱۱ء تاریخ اسلامی جلوس قرار پائی ہے اس لئے تاریخ مذکور سے پہلے دہلی پہنچنا مناسب خیال کیا جاتا ہے۔

محمد اجمل